جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام مقام کردار اور
کہانی سے تعلق رکھنے والے اداروں
کے نام فرضی ہیں

مطبوعات اسرار پبلی کیشنز
زیر اہتمام

کتابی دُنیا میکلوڈ روڈ لاہور

پبلشر ... سلطان محمد
پرنٹر ... حمایت اسلام پریس

پبلشرز !

کالی کہکشاں ! ملاحظہ فرمائیے ! علامہ کا سلسلہ آپ نے پسند کیا تھا شکریہ ! - چند خطوط میں اِس پر افسوس بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ " بیچارہ شہ زور " اِس سلسلے کی آخری کتاب تھی حالانکہ کہانی میں مزید پھیلاؤ کی گنجائش تھی - !

کالی کہکشاں اُن لوگوں کی فرمائش پر لکھی گئی ہے جو چاہتے ہیں کہ ایک کہانی ایک ہی کتاب میں ختم ہو جایا کرے - فرمائش تو میں نے پوری کر دی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ واقعی یہ کہانی پھیلاؤ کی متقاضی تھی - دو حصوں میں مکمل ہوتی تو اسکی دلچسپیاں بھی دو چند ہو جاتیں - جو ٹکڑے تنگیٔ داماں کے باعث مجملاً لکھے گئے ہیں تفصیل اُنھیں کہیں کا کہیں پہونچا دیتی -

اِدھر تھریسیا کی واپسی کی فرمائشوں کے ڈھیر لگ گئے ہیں! ہو سکتا ہے جلد ہی اس طرف بھی توجہ دوں - لیکن یہ بتانا میرے بس سے باہر ہے کہ زیرو لینڈ کہاں ہے ؟ (فی الحال) - - ! آئندہ دیکھئے کیا ہوتا ہے ! خیر چھوڑیئے اِس قضیئے کو ایک نئی بات سنئے ! بیس سال بعد ایک صاحب نے میرے ایک " گناہ " کی طرف توجہ دلائی ہے اُن کا کہنا ہے کہ عمران کے والد کو " رحمٰن صاحب " کی بجائے عبدالرحمٰن لکھنا چاہیئے .....

گذارش یہ ہے کہ یہ احترام محض اسمِ ذات تک محدود رہا ہے۔ اسمائے صفات کے سلسلے میں لوگ اتنے محتاط نہیں رہے۔ آپ نے بھی اکثر سڑکوں پر اس قسم کی آوازیں سُنی ہونگی "ابے اُو غفورے" یا "او رحیمے کدھر چلا جارہا ہے"؟

میری دانست میں اس بے تکلفی کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ اللہ پاک نے اپنی صفات کا کسی قدر حصے دار بندے کو بھی قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو اللہ مجھے معاف کرے۔

بہتیرے علمائے دین بھی میری کتابیں پڑھتے ہیں۔ ممنون ہونگا اگر وہ اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں۔

ویسے عمران کے والد کا پورا نام عبدالرحمان نہیں بلکہ کرم رحمان ہے... خود کو "کے۔ رحمان" لکھتے ہیں... اور میں نے ابتداء سے آج تک "رحمان صاحب" ہی لکھا ہے: صرف "رحمان" کبھی نہیں لکھا کہ گستاخی کا پہلو نکل آتا۔

ابن صفی
۳۱/۵/۷۶ء

وہ پاگلوں کی طرح کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا نتھنے غصّے کی زیادتی وجہ سے پھول پچک رہے تھے۔ پیشانی پر سلوٹیں تھیں۔! اور آنکھیں سُرخ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کار ہی سے اُسکی شان میں کوئی گستاخی سرزد ہوگئی ہو۔ اسی لئے رگڑے ڈال رہی ہو بیچاری کو۔!

سڑک خطرناک تھی۔ پہاڑی علاقوں کی سڑکیں عام طور پر ایسی ہی ہوتی ہیں! چکردار۔ جن کی ایک جانب ہیبتناک گہرائیاں ہوتی ہیں....

لیکن وہ تو اس طرح ڈرائیو کر رہی تھی جیسے کسی میدان میں تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑ رہی ہو۔

خوش شکل بھی رہی ہوگی لیکن اس وقت تو غضبناکی نے خدوخال کی بناوٹ ہی بگاڑ کر رکھدی تھی... بال کھلے ہوئے تھے اور ایک سرکش لٹ بار بار اُڑ کر چہرے پر آ رہی تھی... جین اور جیکٹ میں ملبوس تھی!

سینے پر کارتوسوں کی پیٹی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور موجود تھا!

سفر کا اختتام ایک چھوٹی سی بستی میں ہوا... قہوہ خانے کے سامنے اُس نے گاڑی روکی تھی!

انجن بند کرکے نیچے اُتری۔ چند لمحے خاموش کھڑی قہوہ خانے کے صدر دروازے کو گھورتی رہی۔ پھر آندھی اور طوفان کی طرح قہوہ خانے میں داخل ہوئی تھی! چوبی فرش پر اُس کے وزنی جُوتے ایسی دھمک پیدا کر رہے تھے جیسے دُوسروں کا سکون غارت کرنا اُسکے بنیادی حقوق میں شامل ہو۔

اُسے دیکھتے ہی ایک آدمی کاؤنٹر کے پیچھے سے نِکلا تھا اور تیزی سے آگے بڑھ کر اُس کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی...

"چلی جاؤ... خدا کے لئے اِس وقت چلی جاؤ"!

اُس نے خوفزدہ انداز میں سرگوشی کی تھی۔!

"بکواس بند کرو"! وہ پیر پٹخ کر دھاڑی! "مجھے بتاؤ کہ وہ بابا کو کہاں لے گئے ہیں"!

"تمہارے لئے بھی خطرہ ہے... چلی جاؤ..."! اُس نے مُڑ کر کاؤنٹر کی طرف دیکھا تھا...

لڑکی کی نظر بھی اُدھر ہی اُٹھ گئی...

"کاؤنٹر کے پیچھے کون ہے"؟ اُس نے آہستہ سے پُوچھا تھا ساتھ ہی اُسکا ہاتھ ریوالور کے دستے پر جا ٹِکا تھا۔

"میں کہتا ہوں چلی جاؤ۔"

"کیا تمہاری شامت آئی ہے: میں نے پُوچھا تھا کاؤنٹر کے پیچھے کون ہے"؟

"وہ دونوں رُک گئے ہیں... عقبی کمرے میں ہیں..."!

"کون دونوں..."

"طارق اور جوّاد۔! میں کہتا ہوں یہاں سے چلی جاؤ۔"!

"میں نے پُوچھا تھا وہ بابا کو کہاں لے گئے ہیں"!

"رَبُ العزت کی قسم! میں نہیں جانتا۔ وہی دونوں جانتے ہوں گے۔ اُن کے ساتھ تھے... نہ جانے کیوں یہاں رُک گئے ہیں۔ ہوسکتا ہے... تمہارے ہی لئے رُکے ہوں... چلی جاؤ... پھر کہتا ہوں چلی جاؤ۔"!

اُس نے پھر خوفزدگی کے ساتھ کاؤنٹر کی طرف دیکھا تھا...

"تو وہ جانتے ہوں گے کہ بابا کو کہاں لے جایا گیا ہے۔" لڑکی نے سوال کیا

"جب ساتھ ہی تھے تو ضرور جانتے ہوں گے۔":

"اور تم مجھے مشورہ دے رہے ہو کہ میں یہاں سے چلی جاؤں۔"

"فی الحال عقلمندی کا تقاضہ یہی ہے۔"!

"اور تم اُن لوگوں کے مقابلے میں بابا کے ہمدرد ہو۔":

"یقیناً ہوں"! وہ آہستہ سے بولا "لیکن تمہارے علاوہ اور کسی کے سامنے اعتراف کی جرأت نہیں رکھتا۔"!

"اچھی بات ہے تو پھر ہٹ جاؤ میرے راستے سے! میں اُنہی دونوں سے معلوم کروں گی"

"تم سمجھتی کیوں نہیں"! اُس نے چاروں طرف دیکھ کر بے بسی سے کہا۔ اس دوران میں قہوہ خانے کی ساری میزیں خالی ہو گئی تھیں... لوگ خطرے کی بُو سونگھتے ہی ایک ایک کرکے کھسک گئے تھے!

"اچھی بات ہے... میں جا رہی ہوں" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ وہ

کنکھیوں سے کاؤنٹر کی طرف دیکھے جارہی تھی۔ کاؤنٹر کے پیچھے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔۔۔ اور اُس آدمی کی شکل صاف نظر آئی تھی جس نے دروازہ کھولا تھا۔ اور پھر وہ تیزی سے باہر آگیا۔

لڑکی صدر دروازے کی طرف مڑی ہی تھی کہ وہ ہاتھ اُٹھا کر دھاڑا۔

"ٹھہرو۔۔"!

لڑکی پلٹ پڑی لیکن اُس کا ریوالور ہولسٹر سے نکل آیا تھا اور اُسکی نال آواز دے کر رکنے والے کے سینے کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔

قہوہ خانے کا مالک تھوک نگل کر رہ گیا!

کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی نے اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھا دیئے تھے۔ لڑکی اُس کے دل کا نشانہ لئے آہستہ آہستہ کاؤنٹر کی طرف بڑھتی رہی قہوہ خانے کا مالک جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"بابا کہاں ہیں۔"؟ لڑکی نے کاؤنٹر کے قریب پہونچکر تیز قسم کی سرگوشی کی۔۔۔

"تم فائر نہیں کرسکتیں۔"! وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میری بات کا جواب نہ دیکر دیکھو۔"!

"میں نہیں جانتا۔"

"تم جھوٹے ہو۔۔۔؟ بتاؤ۔۔۔"! لڑکی نے کہا اور پھر کسی قدر ترچھی ہو کر فائر کر دیا۔ لیکن شکار وہ آدمی تھا جس نے دروازے کی اوٹ سے لڑکی پر فائر کرنے کی کوشش کی تھی۔ ریوالور اُس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔

وہ آدمی جس نے ہاتھ اُٹھا رکھے تھے بوکھلا کر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

"جیسے ہو۔ ویسے ہی کھڑے رہو۔" لڑکی ڈپٹ کر بولی۔ اور کاؤنٹر کے پیچھے والا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا تھا اور بولٹ سرکنے کی آواز بھی آئی تھی۔

لڑکی اُس آدمی کو کور کئے ہوئے کاؤنٹر کے پیچھے آئی اور جھک کر ریوالور اُٹھا لیا۔ ریوالور کے قریب ہی اُسے خون کی بوندیں بھی نظر آئی تھیں۔۔۔!

"صدر دروازہ بند کر دو۔"! لڑکی نے قہوہ خانے کے مالک سے کہا۔

اُس نے چُپ چاپ تعمیل کی تھی۔

"اب میرے دونوں ہاتھوں میں ریوالور ہیں۔"! لڑکی نے اُونچی آواز میں کہا۔ "ایک کا رُخ دروازے کی طرف ہے اور دُوسرے کا طارق کی طرف۔ بہتری اسی میں ہے جواد کہ باہر آجاؤ۔۔۔ اور مجھے بتاؤ کہ تمہارے ساتھی بابا کو کہاں لے گئے ہیں۔۔"؟

اُس کی آواز سناٹے میں گونج کر رہ گئی۔ لیکن کہیں سے بھی کوئی جواب نہ مِلا۔

"جواد زخمی ہو گیا ہے۔"! لڑکی نے طارق سے کہا۔ "یہ رہیں خُون کی بُوندیں، میں تمہیں بھی زندہ نہ چھوڑوں گی ورنہ بابا کا پتا بتا دو۔"!

"مم۔ میں نہیں جانتا۔"!

"تم دونوں یہاں کیوں رُک گئے تھے۔"!

"بب۔۔ بس یونہی۔"!

قہوہ خانے کا مالک دروازہ بند کر کے وہیں رُک گیا تھا۔ لیکن اب اُس کے چہرے پر ہیجان یا انتشار کی علامات نہیں تھیں۔ بڑے سکون کے ساتھ اِس سچویشن کا تماشائی بنا ہوا تھا۔

"اچھی بات ہے تو مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں اُن میں سے کسی کو بھی نہیں بخشوں گی جو بابا کی پریشانی کا باعث بنے ہیں۔" لڑکی نے طارق سے کہا۔

"تیرے بابا نے غداری کی تھی ــ"! اندر سے کراہتی ہوئی سی آواز آئی۔

"باہر نکل کر بات کیوں نہیں کرتا کُتّے ــ! اگر تو بابا کی غداری ثابت کر سکا تو میں تجھے مُعاف کر دوں گی ــ"!

"تم پچھتاؤ گی زینو ــ"! طارق گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"دیکھا جائے گا ــ تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو جواد کو میرے سامنے بلاؤ۔"

"م م ــ میں کیسے بلاؤں ــ"!

"جواد باہر نکل کر بات کرو ــ"! لڑکی دھاڑی۔ لیکن اس بار اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔

زینو نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتے ہوئے سوچا کہیں وہ فرار نہ ہو گیا ہو۔۔۔

"طارق ــ! آگے بڑھو اور دیوار کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔" اُس نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔

"تم ضرور پچھتاؤ گی"! کہتا ہوا دیوار کی طرف مُڑ گیا۔ زینو نے ایک ریوالور ہولسٹر میں ڈال دیا اور دوسرے سے طارق کو کور کئے ہوئے اُس کی طرف بڑھی۔ وہ دیوار سے لگا کھڑا تھا۔۔

اُسکے ہولسٹر سے ریوالور نکال لینے کے بعد اپنے ریوالور کے دستے سے اُس کی گردن پر ضرب لگائی تھی۔۔

طارق لڑکھڑاتا ہوا فرش پر آ رہا۔

"ربُّ العزت کی قسم تو بڑے دل گردے والی ہے"! قہوہ خانے کے مالک نے کہا جو اب کاؤنٹر کے قریب کھڑا ہوا تھا۔

"کیا وہ دوسری طرف سے نکل گیا ہو گا"! زینو نے بیہوش طارق پر سے نظریں ہٹائے بغیر پوچھا۔

"اُدھر کی کھڑکی میں سلاخیں نہیں ہیں"! جواب ملا۔

"اوہ۔۔۔ تب تو ضرور نکل گیا ہو گا ــ"!

"میں دیکھوں جا کر ــ"

"ضرور۔۔ ضرور۔۔۔ میں اِدھر ہی ٹھہروں گی۔ کہیں یہ بھی ہوش میں آ کر کھسک نہ جائے ــ"!

"مجھے اس کے لئے جوابدہی کرنی پڑیگی ــ"!

"ہاں۔۔۔ یہ بات تو ہے۔۔۔! اچھی بات ہے۔۔۔ میں جا رہی ہوں تم اسے دیکھو۔۔۔ پھر میں کوئی ایسی تدبیر کروں گی کہ تم جوابدہی سے بچ جاؤ ــ"!

وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ قہوہ خانے سے تھوڑے ہی فاصلے پر بھیڑ لگ گئی تھی ــ! اُس نے اُن لوگوں پر اُچٹتی سی نظر ڈالی تھی اور ریوالور والا ہاتھ اُٹھا کر بولی تھی "اگر کسی نے اِدھر آنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہو گا ــ"!

جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ وہ چکر کاٹ کر قہوہ خانے کی پُشت پر پہونچی ــ

کھڑکی کھلی نظر آئی۔ اُس کے نیچے دیوار پر خُون کی لکیریں تھیں۔ کمرہ خالی تھا۔ وہ کھڑکی ہی کی طرف سے کمرے میں داخل ہوئی۔ اور کھڑکی بند کر کے سٹکنی لگا دی۔۔۔ یہاں بھی فرش پر کئی جگہ تازہ خُون کے دھبے تھے!

دروازہ کھول کر وہ پھر ہال میں پہونچ گئی ــ طارق بدستور اوندھا پڑا

نظر آیا ۔ ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا۔

"باہر بھیڑ لگ گئی ہوگی ۔" ! قہوہ خانے کے مالک نے پوچھا۔

زینو نے سر کی جنبش سے اعتراف کیا تھا اور طارق کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

"جاؤ دروازہ بند کرکے بولٹ کردو ۔" ! اُس نے کچھ دیر بعد قہوہ خانے کے مالک سے کہا ۔ ! وہ پُر تفکر انداز میں دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا !۔

واپسی پر زینو سے بولا "مجھے یقین آگیا ہے کہ طارق نہیں جانتا ! جواد کو علم تھا جو فرار ہوگیا ۔" !

"مجھ سے بچکر کہاں جائے گا ... یہاں ان کی کوئی گاڑی تو نہیں تھی ..." !

"نہیں ... یہ دونوں کل صبح تک بستی ہی میں قیام کرنے والے تھے کل ان کے لئے گاڑی آتی ۔" !

"ٹھیک ہے ... ! میں تمہیں رسی سے باندھ جاؤں گی ... اور تم جوابدھی سے بچ جاؤ گے ۔" !

"زینو ... تم تنہا کچھ نہیں کرسکتیں ۔" !

"تو پھر یہاں کون میرا ساتھ دے گا" !

قہوہ خانے کا مالک کچھ نہ بولا ۔ زینو نے تھوڑی دیر بعد کہا "اس لئے مجھے ہی سب کچھ کرنا ہے ۔" !

"تم کیا کرو گی" ؟

"جو کچھ بھی بن پڑے گا ! بابا کو اُن کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتی ۔" !

"سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہوا ... ؟"

"وہ کہہ رہا تھا کہ بابا نے غداری کی تھی ۔" !

"میں سوچ بھی نہیں سکتا ۔" !

زینو پھر بیہوش آدمی کی طرف دیکھنے لگی تھی ... قہوہ خانے کا مالک کہیں سے موٹی ڈور کا ایک لچھا نکال لایا ۔

پہلے بیہوش طارق کے ہاتھ پشت پر باندھے گئے تھے ۔ پھر اُس نے خود بھی اپنے ہاتھ پیر بندھوا لئے تھے اور زینو سے بولا تھا ۔ "اب کیا کرو گی" !

"جواد کو تلاش کروں گی ۔" !

"بستی والوں سے ہوشیار رہنا ... سرخروئی حاصل کرنے کے لئے وہ تم پر پیچھے سے بھی وار کرسکتے ہیں ۔" !

"تم بے فکر رہو ۔" ! اُس نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی ۔ باہر نکلی تھی ... بھیڑ اب بھی موجود تھی ۔ لیکن کسی نے بھی اس کی طرف بڑھنے کی جرأت نہیں کی تھی !

وہ اپنی گاڑی میں آبیٹھی ! طارق کی کارتوس کی پیٹی سے سارے کارتوس نکال لائی تھی ۔ اور دونوں ریوالور بھی اُسی کے قبضے میں تھے ...

گاڑی اسٹارٹ کرکے ایک بار پھر وہ قہوہ خانے کی پشت پر آئی تھی ... اور گاڑی سے اُتر کر کھڑکی کے قریب پہونچی تھی اور زمین پر خون کی بوندیں کی تلاش شروع کردی تھی ۔

پتھریلی اور شفاف زمین پر یہ کام کچھ ایسا مشکل بھی نہیں تھا ۔ تھوڑی دور تک خون کی بوندیں نظر آتی رہی تھیں ... پھر یک بیک غائب ہوگئی تھیں ...

چاروں طرف دور دور تک دیکھ آئی لیکن خون کی ایک بوند بھی کہیں نہ دکھائی دی ۔ !

آخر اُس جگہ سے وہ کہاں غائب ہوگیا ! آس پاس کوئی ایسی پناہ گاہ

بھی نہ دکھائی دی جہاں اُس کے چھپ رہنے کا امکان ہوتا۔

وہ پھر گاڑی کی طرف پلٹ آئی۔ اتنے میں قہوہ خانے کی عقبی کھڑکی کھلی تھی اور زینو نے بڑی پھرتی سے ریوالور نکال لیا تھا!

کھڑکی میں ایک چہرہ نظر آیا۔۔۔ بستی ہی کا کوئی فرد تھا! چہرہ شناسا لگ رہا تھا!

"تم نے اچھا نہیں کیا لڑکی۔۔۔" وہ بھاری بھرکم آواز میں بولا۔

"دونوں زندہ ہیں! مر نہیں گئے۔" زینو نے لاپرواہی سے کہا۔

"اُسے ابھی تک ہوش نہیں آیا۔"!

"اتنا طاقتور نہیں معلوم ہوتا کہ جلد ہوش میں آجائے۔"!

"تم جانتی ہو اسکا کیا انجام ہوگا۔"!

"تم ہی بتاؤ اگر نہیں جانتی۔"!

"پوری بستی پر عذاب نازل ہوگا۔۔"!

"وہ میرے بابا کو پکڑ کر کہیں لے گئے ہیں۔ طارق اور جواد ان کے ساتھ تھے"!

"مجھے معلوم ہے۔۔۔"!

"کہاں لے گئے ہیں۔"؟

"یہ میں نہیں جانتا!۔۔۔ وہ بستی ہی سے گذرے تھے اسی لئے سب کو اس کا علم ہے! اور اب جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے چلی جاؤ۔۔۔ ورنہ اگر ہوش میں آنے کے بعد طارق نے بستی والوں کو تمہارے خلاف اُکسایا تو وہ اس کا کہنا ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔"!

"میں چلی جاؤں گی۔ لیکن یہ بتا دو کہ جواد کہاں غائب ہوگیا"!

اُس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر سامنے والی پہاڑیوں کی طرف اُنگلی اُٹھائی تھی۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ! میں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"! کہتی

ہوئی وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اور گاڑی تیر کی طرح سڑک کی جانب روانہ ہوئی تھی۔!

شائد وہ سمجھ گئی تھی کہ جواد نے کہاں پناہ لی ہوگی۔۔۔ چھینے ہوئے ریوالور اُس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں رکھ کر اُسے مقفل کر دیا تھا۔!

کچھ دُور۔۔۔ سڑک پر چلنے کے بعد اُس نے گاڑی کو بڑی احتیاط سے ایک ڈھلان میں اُتارنا شروع کیا تھا اور بالآخر اسمیں کامیاب بھی ہوگئی تھی۔۔۔ ایک مسطح جگہ کا انتخاب کرکے گاڑی وہیں روکی اور انجن بند کر دیا۔

بیحد پُرسکون نظر آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اِس مہم کی کامیابی پر پوری طرح یقین ہو۔!

گاڑی کو مقفل کرکے دوسری جانب والی چڑھائی طے کرنے لگی تھی۔۔۔ آنکھیں کسی ایسے درندے کی آنکھوں سے مشابہ نظر آرہی تھیں جو شکار کرنے نکلا ہو۔

چٹان کی انتہائی بلندی پر پہونچ کر وہ سینے کے بل لیٹ گئی تھی اور کہنیوں پر زور ڈال کر آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی چٹان کے دوسرے سرے کی طرف بڑھنے لگی۔!

سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ ہوا میں خنکی پیدا ہوگئی تھی لیکن چٹان ابھی تک تپ رہی تھی۔

دوسرے سرے پر پہونچ کر اُس نے نشیب میں جھانکا۔۔۔ دور دُور تک کوئی نہ دکھائی دیا۔ ایکبار پھر اُسکی آنکھوں میں تشویش کے آثار اُبھر آئے۔۔۔ بڑی دیر تک اُسی حالت میں بےحس و حرکت پڑی رہی۔ پھر اُس طرف کی ڈھلان میں اُترنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ نیچے بائیں جانب والی دراڑ سے ایک آدمی برآمد ہوا اور وہیں ایک بڑے پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

زینو کی آنکھوں میں پہلے ہی کی سی چمک پھر عود کر آئی۔ تنفس کسی قدر تیز ہوگیا۔!

اُسی طرح کہنیوں کے بل کھسکتے ہوئے اُس نے ایک لمبا چکر لیا اور اُس کی لاعلمی میں عین اُس کے سر پر جا پہونچی۔

"جنبش نہ کرنا اپنی جگہ سے!" اُس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اُس کے سر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا!

وہ اُچھل پڑا اور منہ اُٹھا کر آواز کی سمت دیکھنے لگا...

سب سے پہلے ریوالور کی نال ہی پر نظر پڑی ہوگی! بے حس و حرکت بیٹھا رہ گیا۔!

پھر زینو ایک ہی جست میں اُسکے سامنے جا پہونچی تھی۔!

"تم آخر ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو!" جواد اپنا زخمی ہاتھ بائیں ہاتھ سے دبائے ہوئے کراہا۔ "ہمیں جو حکم ملا تھا..."!

"بس ـــ" زینو غرائی۔ "مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں! میں نے صرف یہ معلوم کرنا چاہا تھا کہ بابا کو کہاں لے جایا گیا ہے۔"؟

جواد تھوک نگل کر رہ گیا۔!

"لیکن اب اس سے پہلے تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ بابا غداری کے مرتکب ہوئے تھے۔"!

"ہمیں یہی بتایا گیا تھا۔"!

"یہ تو ثبوت نہ ہوا۔"

"پھر میں کیا کروں۔"!

"یہی کہ ایسی کوئی بیہودہ بات زبان سے نہ نکالو جس کا کوئی ٹھوس ثبوت تمہارے پاس نہ ہو۔"!

جواد کچھ نہ بولا ـــ زینو چند لمحے اُسے گھورتی رہی پھر بولی۔ "یقین کرو اگر تم نے زبان نہ کھولی تو میں تمہیں سِسکا سِسکا کر ماروں گی۔"

"ہمیں حکم ملا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اُنھیں کہکشاں پہونچا دیں۔"!

"اور تم لوگ ان کی بےخبری میں حملہ آور ہوئے تھے۔"!

"پھر کیا کرتے جابر خان کو للکارنا آسان تو نہیں۔ اور میں نے تو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔"!

"اُن کے سر پر ضرب کس نے لگائی تھی۔"!

"داراب نے۔"!

"تم دونوں یہاں کیوں رُک گئے تھے۔"!

"اس لئے کہ کسی طرح تمہیں بھی کہکشاں لے جایا جائے۔"!

"تم لوگوں کو یقین تھا کہ اس کا علم ہوتے ہی میں تعاقب کرونگی۔"!

جواد نے اثبات میں سر کو جنبش دی... اور ہولے ہولے کراہنے لگا۔

ٹھیک اُسی وقت اُوپر سے آواز آئی تھی: "وہ رہی..."!

زینو چونکی تھی اور بڑی پھرتی سے ایک پتھر کی اوٹ میں چھلانگ لگائی تھی۔ اُوپر سے فائر ہوا تھا اور گولی اُسی پتھر سے رگڑ کھاتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔!

"گھیرو۔"! کسی نے چیخ کر کہا اور دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازوں سے فضا گونجنے لگی۔

پھر زینو کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا... ایک چیخ سناٹے میں گونجی اور اُسکا شکار اُوپر سے لڑھکتا ہوا نیچے چلا آیا۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں معدوم ہوگئیں ـــ زینو آہستہ آہستہ پیچھے کھسک رہی تھی۔!

"جانے دو — فائر مت کرو —"! جواد نیچے سے چیخا! "ورنہ سب مارے جاؤ گے —"!

کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ اور کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی...

زینو نکلی چلی گئی تھی — مقصد حاصل ہو چکا تھا۔ وہ یہی تو جاننا چاہتی تھی اُس کے باپ کو وہ لوگ کہاں لے گئے ہیں۔"

* * *

"خدا اُس کُتّے کو غارت کرے جس نے ایسے پر مُنہ مارا تھا" سلیمان بھنّا کر بولا...

"تو کیوں مَرا جا رہا ہے"! گلرخ چنچنائی۔

"ارے زندگی عذاب بن گئی ہے۔ پچھلی رات بے خبر سو رہا تھا۔ جگا کر کہنے لگے۔ اَبے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پیٹ میں بے شمار کُتّے کے پلّے ٹیاؤں ٹیاؤں کر رہے ہوں... میں نے کہا سو جائیے ریاح گھوم رہی ہوگی۔ کان کھینچ کر بولے۔ کیا ریاح ٹیاؤں ٹیاؤں کرتی ہے"!

"کہیں پاگل نہ ہو جائیں"! گلرخ نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔ "کُتّے کے کاٹنے سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے"!

"ارے جا وہ خود ہی سالا پاگل ہو گیا ہوگا کاٹنے کے بعد"!

"آہستہ بول سُن لیا تو گردن اُڑا دیں گے"!

"ٹیکے بھی لگ چکے ہیں۔ لیکن کسی طرح وہم ہی نہیں نکلتا دماغ سے"!

"میں تو کہتی ہوں کسی بہت بڑے ڈاکٹر کو دکھائیں... ولائت چلے جائیں"!

"یہ ولائت کیا ہوتی ہے"!

"ارے وہی جہاں انگریز رہتے ہیں"!

"میٹرک پاس کیا ہے تو نے... اور یہ تک پتا نہیں کہ وہ اُس وقت ولائت کہلائی تھی جب یہاں انگریزوں کی حکومت تھی۔ ابتو سالا صرف لندن ہے"!

"ارے ہوگا کچھ میں کہہ رہی تھی کسی بڑے ڈاکٹر کو"!

"بس بس... بہت دیکھے ہیں بیمار... جب بھی گھر پکڑتے ہیں اسی طرح بور کرتے ہیں۔ آجکل شائد کوئی کام دھام نہیں ہے"!

"کل مجھ سے پوچھ رہے تھے پہاڑ پر چلے گی"!

"چلی جا خدا کے لئے"!

"اکیلے... واہ تو بھی جائے گا تو جاؤں گی"!

"مجھے کون پوچھتا ہے"!

"ارے نہیں۔ کہہ رہے تھے کہ سلیمان بھی جائے گا"!

"مر گیا سلیمان"!

"کیوں؟ کیوں"؟

"شائد تو ٹھیک کہہ رہی ہے"؟

"کیا ٹھیک کہہ رہی ہوں"!

"یہی کہ کہیں پاگل نہ ہو گئے ہوں... ورنہ کہاں سلیمان... اور کہاں پہاڑ — اُس کے مقدر میں تو صرف بیل بوٹے لکھے ہوئے ہیں"!

"بک بک مت کر — کہیں تو تیار ہو جائیو"!

„اُنکے ساتھ کسی ایسی جگہ نہیں جا سکتا جہاں بھاگ نکلنے کا راستہ بھی نہ معلوم ہو۔"!

„خواہ مخواہ ٹرٹر کئے جا رہا ہے جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہی تجھے کرنا پڑے گا۔"!

„کر چکا۔"!

„کیا؟ — نہیں کرے گا۔"!

„اپنا کام کر مغز نہ چاٹ۔"!

اتنے میں جوزف کچن کے دروازے پر نظر آیا تھا۔

„باس تم کو بلاتا۔"! اُس نے سلیمان سے کہا۔

„کیا کر رہے ہیں۔"؟

„سیٹی بجاتا۔۔۔"!

„سیٹی بجا رہے ہیں؟ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔" سلیمان نے گلرخ کی طرف دیکھ کر کہا۔

جوزف چلا گیا تھا۔ گلرخ بولی „جا دیکھ کیا بات ہے۔ میں ہانڈی دیکھ لوں گی۔"!

„اب تو ڈر لگتا ہے اُن کے قریب جاتے ہوئے۔۔۔"!

„کیوں خواہ مخواہ بدنام کرتا ہے۔ میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے پاگل معلوم ہوں۔"!

„یہی تو خرابی ہے — پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کب پاگل ہو گئے۔"!

„چل دیکھ جا کر کیا کہہ رہے ہیں۔"!

سلیمان ہاتھ جھاڑتا ہوا کچن سے نکلا تھا اور سٹنگ روم کی طرف چل پڑا تھا! عمران آرام کرسی پر نیم دراز نظر آیا۔!

„جی — فرمائیے۔۔۔"! سلیمان نے بڑے ادب سے پوچھا۔

„اَبے وہ تیرے چھوٹے خالو کو بھی تو کُتّے نے کاٹا تھا۔ پھر کیا ہوا تھا۔۔"!

„چھوٹی خالہ بھونکنے لگی تھیں ایک ہفتے کے بعد۔۔۔"!

„خالو کی بیوی کو خالہ کہتے ہیں نا۔۔۔"!

„جی ہاں۔"!

„تو پھر یہاں کون بھونکے گا"؟ عمران نے مایوسی سے کہا۔۔

سلیمان سر کھجانے لگا۔

„بولتا کیوں نہیں۔۔۔"!

„میں کیا بتاؤں صاحب۔۔۔ اسی لئے کہتا تھا کہ شادی کر لیجئے! ہو جاتی بھونکنے والی بھی"!

„تیری والی سے کام نہیں چلے گا۔۔۔۔"!

„وہ کیوں بھونکنے لگی۔ مجھے تو کاٹا نہیں کُتّے نے۔"!

„تو پھر کیا کریں۔۔۔"!

„اب تو شادی بھی نہیں ہو سکتی۔۔۔"

„کیوں نہیں ہو سکتی۔۔۔"!

„اپنی خوشی سے کون بھونکنے پر تیار ہو گی۔"؟

„یہ بھی ٹھیک کہا ہے۔ اچھا تو پھر کر دے بستر گول۔۔"!

„گگ۔ کیا مطلب۔"!

„پہاڑ پر چلیں گے۔۔۔ جوزف بھی جائے گا۔ اور تو بھی اپنی فیملی سمیت۔"!

„صرف میں چل سکتا ہوں! فیملی اپنی والدہ کے ساتھ رہے گی۔"!

„کیوں بکواس کر رہا ہے وہ بھی جائے گی۔"!

„تو پھر اُسی کو لے جائیے... میں نہیں جاؤں گا۔"!

„آپ کیوں شامت آئی ہے..."!

„نہیں صاحب! یا وہ جائے گی یا میں جاؤں گا۔"!

„آخر کیوں..."!

„پہاڑ پر مجھے بہت غصہ آتا ہے کہیں کسی بات پر گردن نہ مروڑ دوں"!

„فکر مت کر میں مڑی ہوئی گردن سیدھی کر سکتا ہوں۔"!

„آخر آپ کو اُس سے کیوں اتنی دلچسپی ہو گئی ہے..."!

„بڑی اچھی بچی ہے ہمیشہ ہاں میں ہاں ملاتی رہتی ہے۔"!

„اچھا تو جو ہاں میں ہاں ملائے بہت اچھا ہے..."!

„کھلی ہوئی بات ہے"!

„اچھی بات ہے! میں ملاؤں گا ہاں میں ہاں! اُسے یہیں چھوڑ چلیے۔"!

„دونوں مل کر کیوں نہ ملاؤ ہاں میں ہاں۔"!

„یہ ناممکن ہے۔"!

„تیری تو مکھیاں بھی جائیں گی۔"!

„شوق سے لیجائیے مکھیوں کو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا"!

عمران نے جوزف کو آواز دی... وہ فوراً ہی پہونچا تھا...

„یہ۔"! عمران سلیمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ „ہولڈال میں جائے گا۔"!

„میں نہیں سمجھا باس۔"!

„بستر کے ساتھ ہولڈال میں اِسے بھی لپیٹ دو۔"!

„کیا تم سنجیدہ ہو باس۔"!

„کیوں بکواس کر رہا ہے کیا تجھ سے مذاق کا رشتہ ہے۔"!

„لیکن... ہولڈال میں مر جائے گا۔":

„کچھ بھی ہو۔ اِسے زندہ یا مردہ پہاڑ پر لے جانا ہے۔"!

„انگریزی میں کیا مسکوٹ ہو رہی ہے۔"! سلیمان بولا۔

„بتا دے اِسکو بھی۔"! عمران نے جوزف سے کہا۔

„تم سالا ہولڈال میں جائے گا۔":

„ہولڈال میں۔"! سلیمان نے آنکھیں نکالیں۔

„ہم بولا۔ مر جائے گا... باس بولا مر جائے۔"!

„ارے باپ رے... تو گویا ٹیکے سچ مچ بے اثر ہے..."!

„جی۔"! عمران نے مسکرا کر آنکھیں چمکائیں۔

سلیمان اُلٹے پاؤں بھاگا تھا اور کچن میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔!

„کیا ہے۔ ارے کیا ہے۔"! گل رخ بوکھلا گئی...

„سچ... مچ... سچ مچ پاگل..."! سلیمان ہانپتا ہوا بولا۔

„کیا بک رہا ہے۔"!

„جوزف سے کہہ رہے تھے اِسے ہولڈال میں لپیٹ دے.. زبردستی پہاڑ پر لے چلیں گے..."!

„اَخاہ رے... ننھے... بھولے...! یہ کوئی نئی بات ہے! ہمیشہ ہی سے ایسی باتیں کرتے آئے ہیں۔"!

„اِسی لئے تو کہتا ہوں کہ لاکھ برس پتا نہیں چل سکے گا کہ کب پاگل ہو گئے۔"!

„چل ہٹ اُدھر میں جا کر پوچھتی ہوں۔"! وہ اُسے دروازے کے سامنے سے ہٹاتی ہوئی بولی۔!

„کہاں جاتی ہے...”!

„تو چُپ رہ—”: وہ دروازہ کھول کر کچن سے نکل آئی۔

عمران اب بھی وہیں تھا— اُس کے اس طرح دیکھنے کے انداز سے گُلرُخ بھی بوکھلا گئی۔

„کیا بات ہے؟” عمران نے اُس سے پوچھا...

„وہ صاحب... جی... ہولڈال والی بات...”!

„کچھ بھی ہو لے جاؤں گا مردود کو... کہتا ہے گُلرُخ جائے گی تو میں نہیں جاؤں گا—”!

„ہائے— تو یہ بات ہے—”!

„لیکن اُس نے تجھ سے یہی کہا ہو گا کہ میں پاگل ہو گیا ہوں۔”!

„پاگل ہوں آپ کے دُشمن... خدا کرے اُسی کی سات پشتیں پاگل ہو جائیں—”!

„اکیلے جانا چاہتا ہے—”!

„آپ کا جانا ضروری ہے خاک ڈالیے ہم دونوں پر—”!

„ڈال دی— دفع ہو جاؤ... لیکن یہاں نہ رہنا... اُس مردود کو بھی ساتھ ہی لے جانا—”!

„بڑے سرکار ناراض نہ ہوں کہیں—”!

„میں نہیں جانتا...! جوزف... اِن دونوں کو فوراً نکال باہر کرو”!

„ارے نہیں صاحب—”! گُلرُخ گھگھیائی۔

„میاں بیوی کو اکیلے گھر میں نہیں رہنے دوں گا— دُنیا کیا کہے گی—”!

„جی—”! گُلرُخ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

جوزف نے عمران کی آنکھ بچا کر گُلرُخ کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ

کیا تھا— اور وہ یک بیک کھسک ہی گئی تھی۔

عمران جوزف کو آنکھ مار کر مسکرایا اور بولا۔ „دونوں ہی مجھے پاگل سمجھنے لگے ہیں—”!

„آسمان والا تمہیں بچائے باس! ورنہ وہ رات ایسی ہی تھی کہ اگر چیونٹی بھی کاٹ لیتی تو تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتے—”!

„مت بکواس کر تیاری شروع کر—”!

„کیسا تیاری بھی کرنی ہوگی...”!

„کم از کم ایک ماہ کیلئے اس شہر کو چھوڑ دینا چاہتا ہوں—”!

„یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی باس! لیکن روانگی کب ہوگی—”!

„آج! ٹھیک چار بجے شام کو—”!

* * *

زینو وہاں سے تو کسی نہ کسی طرح نکل آئی تھی۔ اور اپنی گاڑی تک بھی پہونچ گئی تھی— لیکن دروازہ بھی نہیں کھولنے پائی تھی کہ کسی نے پیچھے سے گردن پکڑ لی۔ وہ اُچھلی تھی اور دونوں پاؤں گاڑی سے ٹکا کر اپنا سارا بوجھ حملہ آور پہ ڈال دیا تھا۔ دونوں ہی دُوسری طرف اُلٹ گئے وہ خود حملہ آور پر چت گری تھی اور برق کی سی سرعت سے تڑپ کر الگ ہو گئی تھی! پھر حملہ آور کو اُٹھنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ لیٹے ہی لیٹے وزنی جوتے کی ٹھوکر اُس کے چہرے پر رسید کی تھی۔

پھر اس کے دوبارہ سنبھلنے سے پہلے ہی اُس کے سینے پر سوار ہو گئی...

دونوں ہاتھوں کا دباؤ حملہ آور کی ناک پر پڑ رہا تھا اور اُس کے حلق سے گُھٹی گُھٹی سی چیخیں نکل رہی تھیں ...

ذرا ہی سی دیر میں وہ بے حس و حرکت ہو گیا ...

زینو نے اُس کے ہولسٹر سے بھی ریوالور نکال لیا اور کارتوسوں کی پیٹی خالی کر دی ... !

شائد طارق نے بستی والوں کو ڈرا دھمکا کر اُس کے خلاف اپنی مدد کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اِس لئے اَب یہاں سے نکل ہی لینے میں عافیت تھی۔ ویسے وہ مقصد بھی حاصل ہو گیا تھا جس کیلئے اُس نے یہ ساری تگ و دو کی تھی۔

گاڑی میں بیٹھی۔ انجن اسٹارٹ کیا اور ناہموار راستے پر چل پڑی ...

دفعتہً اُس نے کسی کی آواز سُنی تھی۔

„ٹھہرو! ... ٹھہر جاؤ ... خدا کیلئے ... زینو ... مجھے بھی لیتی چلو ..." !

اُس نے پلٹ کر دیکھا ... قہوہ خانے کا مالک گاڑی کے پیچھے دوڑا آ رہا تھا۔

زینو نے بریک لگائے اور کہا „جلدی کرو ... پیچھے بیٹھ جاؤ ..." !

وہ دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر گر گیا ... اور گاڑی پھر چل پڑی۔

بُری طرح ہانپ رہا تھا ... گاڑی سڑک پر پہونچ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد قہوہ خانے کا مالک بولا۔ „طارق کو مجھ پر شُبہ ہو گیا تھا۔" !

„وہ لوگ بے وقوف نہیں ہیں۔" !

„ایسی صورت میں میرا وہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ ہوتا۔" !

„تم نے مناسب قدم اُٹھایا ہے۔" !

„وہ بستی والوں کو تمہارے خلاف اُکسانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔" !

„ہاں! اُنھوں نے مجھے گھیرنے کی کوشش کی تھی۔" !

„اب کہاں جاؤ گی۔" !

„جہاں بابا کو لے جایا گیا ہے۔" !

„کیا معلوم ہو گئی وہ جگہ۔" ؟

„ہاں! میں اِدھر جواد کی تلاش میں آئی تھی ... آسانی سے ہاتھ آ گیا ..." !

„پھر کیا ہوا .. کیا تم نے اُسے مار ڈالا۔" !

„خواہ مخواہ زندگیوں سے نہیں کھیلتی .. اگر نہ بتاتا تو یقیناً مار ڈالتی۔" !

„کہاں لے گئے ہیں۔" ؟

„کہکشاں۔" !

„اور تم وہاں جاؤ گی ..." ! وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

„جتنی جلد پہونچ سکی۔" !

„وہ تو ان کا قلعہ ہے زینو ... اب اچھی طرح سوچ سمجھ کر کوئی قدم اُٹھانا۔" !

„سوچنے سمجھنے کا وقت گذر گیا! اگر بابا کو کوئی نقصان پہونچ گیا تو کیا کرو نگی۔" !

„کیا وہ اُنھیں مار ڈالیں گے۔" !

„خُدا جانے! لیکن کیا تم نے سُنا تھا۔ اُن پر غداری کا الزام ہے جو کسی طرح بھی ممکن نہیں ... بابا بہت کھرے آدمی ہیں۔" !

„بات شروع کیسے ہوئی تھی۔" !

„مجھے تفصیل کا علم نہیں ..." ! زینو نے کہا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے

„ویسے تم خود اپنی حالت سے اندازہ لگا لو۔ اگر وہاں رُکتے تو محض شُبہے کی بنا پر وہ لوگ تمہاری چٹنی بنا دیتے۔" !

„پتا نہیں اِس ظلم کا خاتمہ کب ہو گا۔" !

„جب تک مظلوموں کی غیرت نہیں جاگے گی۔" !

„لیکن میری بات بھی مان لو۔ ایکدم سے کہکشاں کی طرف نہ جاؤ۔"

„میں بھی سمجھتی ہوں کہ یہ لاحاصل ہو گا۔ لیکن دیر ہو جانے پر کہیں وہ بابا

کو مار نہ ڈالیں۔“!

„میں یہ کبھی نہ چاہوں گا۔ احسان فراموش نہیں ہوں تمہارے بابا کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔“!

„میں اُن کا عوض نہیں چاہتی۔“!

„مجھے غلط نہ سمجھو زینو۔۔۔“!

„پھر کیا کہنا چاہتے ہو۔“؟

„خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے پہلے۔۔۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔۔۔ تمہارے بابا اہم آدمی ہیں۔ اسی لئے میرا خیال ہے کہ وہ زندہ رکھے جائیں گے۔ مار ڈالنا مقصود ہوتا تو یہ واردات تمہارے ٹھکانے ہی پر ہو جاتی۔ کہکشاں کیوں لے جائے جاتے۔“!

„ہاں! یہ بات تو دِل کو لگتی ہے۔“!

„اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ ٹھنڈے دماغ سے سوچنے کی ضرورت ہے۔“!

زینو کچھ نہ بولی۔

„تم پڑھی لکھی لڑکی ہو۔۔۔ اور جابر خان نے تمہیں دُور کے ملکوں میں تعلیم دِلوائی ہے۔ لہٰذا تمہیں جہالت سے کام نہ لینا چاہیئے۔“!

„شکریہ ثمر خان۔۔۔ تمہاری باتیں قابلِ غور ہیں۔“!

„لیکن سوال تو یہ ہے کہ فی الحال کہاں جاؤ گی۔ گھر واپس خطرے سے خالی نہ ہو گی۔ اور۔۔۔“!

„بے فکر رہو۔۔۔“!

„پھر کہاں جاؤ گی۔“؟

„کئی ایسے ٹھکانے ہیں جن کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں۔“!

„کاش کہ مجھے معلوم ہو سکے۔“! ثمر خان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

„آخر جابر خان سے کونسا قصور سرزد ہوا ہے۔“!

زینو نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دِل پر جبر کر کے خود کو اظہارِ خیال سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔“!

ثمر خان نے تھوڑی دیر بعد پھر وہی ذکر چھیڑ دیا۔ اور زینو بولی۔ „میں نے کہہ دیا کہ مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے۔“!

„بڑی عجیب بات ہے۔“

„میرا خیال ہے جابر خان نے تم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی۔“!

„ہو سکتا ہے یہ کوئی ایسی بات ہو جس کا ذکر کرنے کا اُنھیں موقع ہی نہ ملا ہو۔“!

„تم جانتی ہو کہ میں جابر خان کے بچپن کے ساتھیوں میں سے ہوں! اس لیئے ہر حال میں اُس کا ساتھ دُوں گا۔“!

„میں تمہاری مشکور ہوں ثمر خان! اگر تم مجھے اُن دونوں کی موجودگی سے باخبر نہ کر دیتے تو میں کچھ بھی نہ معلوم کر سکتی۔“!

„میرا فرض تھا زینو۔ میرا فرض تھا۔ اگر مجھے اصل معاملے کا علم ہو جائے تو شائد اس سلسلے میں بھی کچھ کر سکوں۔ آخر غداری کا الزام کیوں عائد کیا گیا ہے۔“!

„تم خود سوچو۔“! وہ اُکتا کر بولی۔ „میری سمجھ میں تو نہیں آ رہا۔“!

اندھیرا پھیلنے لگا تھا ایک جگہ اُس نے اپنی گاڑی پھر نشیب میں اُتار دی۔

یہاں چاروں طرف اُونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور راستہ بیحد دُشوار گذار تھا۔

„یہاں کس طرح چلاؤ گی گاڑی۔“؟ ثمر خان نے حیرت سے کہا تھا۔

„بس دیکھتے جاؤ! میں صرف تنور میں روٹیاں ہی نہیں لگاتی رہی ہوں۔" زیتو نے ہنس کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے ایک پتلی سی دراڑ کے قریب گاڑی روکی تھی۔۔۔!

خاصا اندھیرا پھیل گیا تھا۔۔۔ اُس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹارچ نکالی تھی۔

„رات میں سفر جاری رکھنا مناسب نہ ہوتا۔" اُس نے کہا „یہاں گاڑی بھی دوسروں سے پوشیدہ رہے گی اور ہم بھی محفوظ رہیں گے!"

„خدا کرے ایسا ہی ہو۔" ثمر خان بولا۔

„تمہارے لہجے میں مایوسی ہے۔"!

„میں کیا کروں۔ اچھی طرح جانتا ہوں کہ مظالم ڈھانے والے شیطانی قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔"!

„اوہ!" وہ ہنس کر بولی! „یہاں پچاس بھی آجائیں تو میں تنہا ہی اُن پر بھاری پڑوں گی۔"!

„یہ بھی جانتا ہوں کہ تم بہت دلیر لڑکی ہو۔"!

زیتو نے دراڑ میں ٹارچ کی روشنی ڈالی تھی اور ثمر خان سے اُس میں داخل ہو کر آگے بڑھنے کو کہا تھا۔ خود عقب سے ٹارچ کی روشنی ڈال کر راستہ دکھاتی رہی تھی۔

دراڑ کا اختتام ایک بہت بڑے غار میں ہوا تھا۔

„یہ جگہ شکاریوں کو بھی نہیں معلوم۔"! زیتو نے کہا۔

„تمہاری دریافت ہے۔"!

„نہیں بابا کی۔۔۔"!

„تو ہم یہاں رات گذاریں گے۔"! ثمر خان نے پوچھا۔

„فکر نہ کرو۔ لومڑیوں کے شکار کے زمانے میں ہم یہاں راتیں گذارتے ہیں اس لئے ضرورت کی بہتیری چیزیں یہاں موجود ہیں۔ جلانے کیلئے لکڑیاں۔ کمبل اور مومی شمعیں وغیرہ۔

„کھانے پینے کو بھی کچھ ہے یا نہیں۔"!

„میری گاڑی کی ڈگی میں سب کچھ موجود ہے! اس کی طرف سے بھی بے فکر رہو۔ پورے انتظام کے ساتھ روانہ ہوئی تھی۔"!

تھوڑی دیر بعد غار میں الاؤ کی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

اور وہ دونوں آگ کے قریب بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

„تمہیں کسی چیز سے بھی خوف نہیں معلوم ہوتا زیتو۔" ثمر خان نے پوچھا:

„صرف خدا سے ڈرتی ہوں ثمر بابا۔"!

„بڑی خوشی ہوتی ہے کہ باہر تعلیم حاصل کرنے کے باوجود بھی تم بے دین نہیں ہوئیں۔"!

وہ کچھ نہ بولی۔ الاؤ میں چٹختی ہوئی لکڑیوں کو گھورتی رہی۔!

ثمر خان نے تھوڑی دیر بعد کہا „اب میرا شمار بھی غداروں میں ہوگا۔"!

„بس کرو۔" وہ ناخوشگوار لہجے میں بولی „اِس لفظ کو سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔ میرے عقیدے کے مطابق دین سے انحراف اور وطن دشمنی کے علاوہ اور کوئی فعل غداری نہیں کہلایا جا سکتا۔"!

„یہ تو ٹھیک ہے۔۔۔ مم۔۔۔ مگر۔۔۔ خان۔۔۔"!

„خان قزاتو غا نہ وطن ہے اور نہ خدا۔۔۔"!

„یہ تم ہی کہہ سکتی ہو جس نے فرنگیوں کے ملک میں تعلیم حاصل کی ہے۔"

”اجداد سے چلی آنے والی لایعنی رسوم کو دین نہ بناؤ ثمر بابا اور پھر اب ہمارا اصل حاکم خان قزاتوغا نہیں ہے کہ اُس کی اطاعت ہم پر واجب و لازم ہو۔۔۔ میرے بابا صرف اُس کے ملازم ہیں۔ اپنی خدمات کے عیوض تنخواہ حاصل کرتے ہیں۔۔۔ خان قزاتوغا اُن پر احسان نہیں کرتا۔“!

”سرداروں کی اطاعت صدیوں سے لازم چلی آ رہی ہے۔“!

”اب وہ بھی کسی اور کو جواب دہ ہے اِس لئے اُس کی برتری ختم ہو چکی ہے۔ اصل حاکم وہ سرکاری افسر ہے جس کے تحت قزاتوغا کا نظام چل رہا ہے۔“!

”خان کو اُس کی حمایت حاصل ہے۔۔۔“!

”ہوا کرے۔۔۔ وہ سرکاری اُفسر بھی کسی اور کو جوابدہ ہے۔“!

”بہرحال! خان کو اُس کی حمایت حاصل ہونے کی وجہ سے تمہارے بابا کی آواز قزاتوغا سے باہر نہیں پہونچ سکے گی۔“!

”دیکھا جائے گا۔ نہ میں خان سے ڈرتی ہوں اور نہ اُس کے شکاری کُتوں سے۔“!

”خدا ہم پر رحم کرے۔“! ثمر خان گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔۔

”ختم کرو اِس قصّے کو۔۔۔ یہ بتاؤ کہ داراب سے عام طور پر کہاں مُڈبھیڑ ہو سکتی ہے۔“!

”وہ ایسا شکاری کُتا ہے جو ہمیشہ گشت پر رہتا ہے! کوئی مخصوص ٹھکانا نہیں ہے! ہو سکتا ہے جابر خان کو کہکشاں پہونچا کر پھر کسی مُہم پر نکل گیا ہو۔“!

”میں نے اُسے آج تک نہیں دیکھا! صرف نام سُنتی رہی ہوں۔“!

”بیحد خطرناک آدمی ہے۔ اُس کا ایک گھونسہ مضبوط سے مضبوط کھوپڑی توڑ دیتا ہے۔“!

”دیکھوں گی! کتنا خطرناک ہے۔“!

”اُس سے دُور ہی رہنا۔۔۔ کم از کم میری ایک بات تو مان لو۔“!

”اچھا ثمر بابا۔۔۔“!

اَب تو جوزف بھی سراسیمگی کا شکار ہو گیا تھا۔ اُس کی دانست میں یہ سفر بذریعہ طیارہ ہونا تھا لیکن سامنے آئی ایک بہت بڑی گاڑی جس میں ضروریاتِ زندگی کی ہر شے موجود تھی۔

دو بستر تھے۔ ایک چھوٹا سا کچن۔۔۔ ایک مختصر سا باتھ رُوم۔۔۔ دیواروں پر مختلف نسلوں کے کُتوں کی تصویریں آویزاں تھیں۔۔۔

یہ گاڑی بھی پہلی بار جوزف کی نظروں سے گذری تھی۔۔

”اگر وہ دونوں بھی چلتے باس۔۔ تو کیا ہوتا۔“! جوزف نے عمران سے پُوچھا تھا! ”اِس گاڑی میں تو گذارہ ممکن نہ ہوتا۔“!

”تب پھر اور کوئی صُورت ہوتی۔“!

”لیکن یہ گاڑی۔۔۔ کیا یہ پہاڑی راستوں پر آسانی سے چل سکے گی۔“!

”سائیکو مینشن کی گاڑیاں ہر راستے پر چل سکتی ہیں۔“!

”لیکن باس۔۔۔ یہ کُتوں کی تصویریں۔۔۔“؟

”مجھے یاد دِلاتی رہیں گی کہ میرے سفر کی غرض و غایت کیا ہے۔“!

”وہ تو میں بھی کر سکتا تھا۔“!

"تو پھر ہر کُتّے کے ساتھ اپنی تصویر بھی لٹکا دے ۔"!

"مجھے بڑی تشویش ہو جاتی ہے باس ۔۔۔"!

"کس سلسلے میں ۔۔۔"!

"تم نے انجکشن لئے بھی تھے یا محض کہہ کر ہی رہ گئے تھے ۔"!

"یعنی تو بھی یہی سوچ رہا ہے کہ میرا دماغ چل گیا ہے ۔"!

"نن نہیں باس ۔ لیکن ۔"!

"بکواس بند ۔ میں بالکل ٹھیک ہوں ۔"!

"خُدا کرے ایسا ہی ہو ۔"! جوزف سر جھکا کر مضمحل آواز میں بولا تھا اور عمران اُسے گھُورنے لگا تھا۔

بہر حال سفر شروع ہوا تھا اور وہ دونوں باری باری سے ڈرائیونگ کرتے رہے تھے۔

دِن بھر سفر جاری رہتا اور سرِ شام کوئی مناسب سی جگہ تلاش کرکے شب بسری کی ٹھہرتی ۔ باری باری سے سوتے اور گاڑی کی رکھوالی کرتے ۔!

آج ایسی ہی دُوسری شام تھی ۔ اور وہ ایک ایسی جگہ رُکے تھے جہاں دُور دُور تک نام کو بھی سبزہ نہیں تھا: چاروں طرف بھوری سنگلاخ چٹانیں بکھری ہوئی تھیں ۔

"یہاں تو خاصی سردی ہے باس ۔"! جوزف نے کہا

"ہاں اِدھر کی راتیں گرمیوں میں بھی بہت سرد ہوتی ہیں ۔۔"!

"کچھ عجیب سا احساس ہو رہا ہے ۔"!

"کہیں شاعری نہ شروع کر دینا ۔ جلدی سے کافی کیلئے پانی رکھ دے ۔"

"میرا مطلب تھا کہ ہواؤں میں بارُود کی بُو محسوس ہوتی ہے ۔"!

"ہوتی ہوگی ۔"! عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی ۔"!

رات اندھیری نہیں تھی ۔ دسویں کا چاند پُوری آب و تاب کے ساتھ فضا کو مُنوّر کئے ہوئے تھا ۔ چاندنی اور سناٹے کا یہ پُر اسرار امتزاج بہت دنوں بعد دیکھنے کو ملا تھا ۔!

"ایسے ہی مواقع پر دِل چاہتا ہے باس ۔"! جوزف ٹھنڈی سانس لیکر بولا ۔ "پَر لگ جائیں اور مَیں اپنے دیس کو اُڑ جاؤں ۔"

"پَروں کے بغیر بھی تجھے اُڑا سکتا ہوں ۔"!

"سچ باس ۔ یقین کرو ۔"! جوزف بھرائی ہوئی آواز میں کہا ۔!

"میں نے تجھے پنجرے میں تو نہیں بند کر رکھا ۔"!

"میں کب کہتا ہوں ۔۔ لیکن تمہاری جُدائی تو موت ہی کا پیغام ہوگی ۔"!

"زیادہ سینٹی مینٹل ہونے کی ضرورت نہیں ۔"!

"کبھی میرے دیس کا بھی کوئی کام نکال لو باس! ٹاہیٹی تک تو ہو آئے ہو ۔"!

"ہاں یہ ممکن ہے ۔۔۔ میری خواہش بھی ہے کہ افریقہ کے کچھ ممالک دیکھوں ۔۔۔"!

"تو پھر جلدی سے کوئی پروگرام بنا ڈالو باس ۔"!

"تجھے گانا بھی آتا ہے ۔۔۔"! عمران نے موضوع بدلنے کیلئے سوال کیا ۔

"اپنی زبان میں صرف جنگی ترانے گا سکتا ہوں ۔"!

"چل سُنا دے کوئی ۔"!

"اُوہ ۔۔۔ اِسوقت تو مُشکل ہے! چاند کی دسویں ہے آج ۔۔"!

"اِس سے کیا ہوتا ہے ۔۔۔"؟

"میرے مُقدّر کی لال چمگادڑ طیش میں آجائے گی ۔"!

"آجانے دے ۔ میں دیکھوں گا کہ طیش کے عالم میں وہ کیسی لگتی ہے ۔"!

"خواہ میں مَر ہی کیوں نہ جاؤں۔۔۔"!

"لال چمگادڑ کے طیش میں آنے کی وجہ سے۔"؟

"ہاں باس۔"!

"تب تو تجھے مر ہی جانا چاہیئے کہ لال چمگادڑ سے بھی کمزور پڑتا ہے۔"!

"وہ جہنم کی آنچ ہے۔"!

"اور تو اُسے اپنی تقدیر میں لئے پھر رہا ہے۔"!

"مجبوری ہے باس۔"!

"اِس مجبوری سے فائدہ کیوں نہیں اُٹھاتا۔"!

"کیسے باس۔"!

"اُسی جہنم کی آگ پر روٹیاں سینک لیا کر تیل ہی کی بچت ہو جائیگی۔"

جوزف خوفزدہ سی ہنسی کے ساتھ بولا تھا! "بات میں بات نکالنے سے کام نہیں چلتا جب لال چمگادڑ حملہ آور ہوتی ہے۔"!

"خدا کے لئے اب ختم کر یہ قصہ۔"!

جوزف تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا تھا "اِن راستوں پر رہزنی ضرور ہوتی ہوگی۔"!

"رہزنی تو نہیں ہوتی۔ لیکن دشمنیوں کی بنا پر قتل ضرور ہوتے ہیں۔"

"ہاں میں نے سُنا ہے کہ اِن اطراف میں انتقام کے صدیوں پُرانے اُدھار بھی چکائے جاتے ہیں۔"!

"یہی بات ہے۔"!

"کیا تمہارے پیغمبرؑ کا پیام یہاں تک نہیں پہونچا۔"!

"پیام پہونچانے والوں کو زیادہ تر اپنی پُوجا کرانے کی فکر رہتی ہے اس لئے وہ صرف اختلافی مسائل پر ایک دوسرے کو للکارتے رہتے ہیں۔"!

"بیچارہ آدمی۔"! جوزف نے ٹھنڈی سانس لی "کسی طرح بھی نہیں سُدھر سکتا۔ اب یہی دیکھو باس! یسوعؑ کا پیرو بن جانے کے بعد مجھے اپنے قبائلی توہمات سے پیچھا چھڑا لینا چاہیئے تھا لیکن ایسا ممکن نہ ہوا اُس نے گوشت اور شراب کی ممانعت کی تھی لیکن۔۔ میں۔۔ لیکن میں۔"!

اچانک جوزف دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔!

"ابے اُو نالائق۔ کیا ساتویں بوتل بھی چڑھا گیا ہے۔"!

"مم۔۔ میں۔ سیریس ہوں باس۔"! جوزف روتا ہوا بولا۔

"یعنی تو نے ساتویں بوتل میں ہاتھ نہیں لگایا۔"!

"ہرگز نہیں باس! آج تو صرف چار ہی ہوتی ہیں۔"! جوزف نے کہا اور بدستور روتا رہا۔

"تب تو تشویش کی بات ہے۔"!

"میں بہت گنہگار ہوں باس! لیکن آخر اُس نے ہمیں شراب کشید کرنے کی عقل کیوں عطا کی تھی۔"!

"اور بھیڑ بکریاں کیوں پیدا کی تھیں"؟ عمران نے کہا۔

"تم خود سوچو باس۔"!

"ابے اب چُپ رہتا ہے یا جماؤں دو چار ہاتھ۔"!

"میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔"؟

"گوشت اور شراب بھی استعمال کئے جا اور خُدا خُدا بھی کئے جا۔"!

"لیکن کیا یہ عقلمندی کی بات ہے۔"!

"اور تو مجھ سے اس طرح پُوچھ رہا ہے جیسے چھ بوتلیں میری پیٹ میں اٹکھیلیاں کرتی ہوں۔"!

"نہیں تم مجھے بتاؤ۔"!

"جلدی سے پانچویں کھول لے... ورنہ اب میں بھی رو پڑوں گا۔"

"ہائے میں کیا کروں۔"!

"اب تک کے گناہوں سے توبہ کر اور پانچویں بوتل کھول لے.. پانچویں کے بعد پھر توبہ کر لیجیو۔"!

"ہائے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"!

"پانچویں بوتل کے بغیر نہیں آئے گا سمجھ میں۔"!

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پیئے بغیر ڈھنگ کی کوئی بات سوچ ہی نہیں سکتا۔"!

"پیتا رہ اور سوچتا رہ کہ تجھے بالآخر شراب ترک کرنی ہے۔"!

"تم عقلمندوں کے سرتاج ہو باس۔"!

"سرتاج عقلمندوں کے نہیں بیویوں کے ہوا کرتے ہیں۔"!

"میں نہیں سمجھا۔"!

"اپنی طرف کی چیز ہے تیری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"!

"تم آخر شادی کیوں نہیں کرتے باس۔"؟

"ابے یہ روتے روتے میری شادی کی کیوں سوجھ گئی۔"!

"اس غم میں بھی ایک آدھ بوتل روزانہ پینی پڑتی ہے۔"!

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک دور سے فائروں کی آوازیں آئیں--- اور جوزف کی گریہ زاری میں بھی بریک لگ گیا۔!

پھر کئی فائر ہوئے تھے اور اس بار عمران نے سمت کا بھی تعین کر لیا تھا۔!

"یہ کیا ہو رہا ہے باس۔"!

"ہوتا ہی رہتا ہے کچھ نہ کچھ فکر مت کرو۔"!

"ہم رائفلوں کی رینج سے باہر نہ ہوں گے آواز کا فاصلہ یہی بتاتا ہے"!

"گاڑی میں بیٹھو۔ شیشے چڑھا دو اور دروازوں کو مقفل کر دو۔ رائفل کی گولیوں سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ گاڑی بلٹ پروف ہے.. البتہ اگر کوئی گولی کسی ٹائر سے آ ٹکرائی تو پریشانی ہوگی۔ کیونکہ ٹائر بلٹ پروف نہیں ہیں۔"!

پھر وہ دونوں گاڑی کے اندر آ بیٹھے تھے۔ اور جوزف نے کہا تھا۔

"کیوں نہ آگے چلیں باس۔"!

"نہیں۔ یہیں ٹھہرو۔"!

فائروں کی آوازیں تھوڑے تھوڑے وقفے سے اب بھی آ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دو پارٹیاں ایک دوسرے کو گھیرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔!

جوزف نے بھاڑ سا منہ کھول کر جماہی لی اور بولا۔ "تو پھر کھولوں پانچویں بوتل باس۔"!

"ہرگز نہیں۔ بند گاڑی کے اندر اگر تو نے بوتل کھولی تو میں اس کی بو ہی سے بیہوش ہو جاؤں گا۔"

"تو پھر میں باہر نکل جاؤں۔"!

"کیوں شامت آئی ہے.. چپکا بیٹھا رہ.. ان اطراف میں پہلی بار آیا ہوں... راستوں کا بھی علم نہیں ہے۔"!

کچھ دیر بعد پھر سناٹا چھا گیا تھا! اور انہوں نے گاڑی کے شیشے گرا دیئے تھے۔ سردی بڑھ رہی تھی... لیکن جوزف اس کے باوجود

بھی بوتل سنبھال کر گاڑی سے نکل گیا۔!

دو چار گھونٹ پی لینے کے بعد اُس نے کھڑکی میں سر ڈال کر کہا تھا۔ "مُقدّر کی لال چمگادڑ کی ایسی کی تیسی... میں تمہیں ضرور سناؤں گا رجز... یہ اُس وقت گایا جاتا ہے جب ہم دشمنوں پر اِس لئے حملہ کرتے ہیں کہ اُن کے مویشی چھین لائیں۔"!

پھر اُس نے بوتل زمین پر رکھ دی تھی اور گاڑی پر تھاپ دے دے کر گلا پھاڑنے لگا تھا۔!

عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا! بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے جوزف پر دیوانگی طاری ہوگئی ہو۔!

"بس یا اور..."! جوزف کچھ دیر بعد بولا تھا۔

"بس..." عمران ہاتھ اُٹھا کر دہاڑا۔ "مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے تن پر لنگوٹی کے علاوہ اور کچھ باقی نہ بچا ہو..."!

جوزف نے موج میں آکر قہقہہ لگایا تھا اور بوتل اُٹھا کر دو گھونٹ لئے تھے!

"کھانا بھی کھائے گا یا نہیں۔"!

"تم کھا لو باس مجھے بھوک نہیں ہے۔"!

"معدہ برسٹ ہو جائے گا کسی دن۔"!

"وہ دن بھی تو آئے۔ تمہاری زندگی ہی میں مر جانا چاہتا ہوں۔" جوزف نے کہا۔

اِس کے بعد اُس نے پھر گنگنانا شروع کر دیا تھا۔

رات سکون کے ساتھ گذری تھی۔ دوبارہ فائر نہیں سنائی دیئے تھے۔ دوسری صبح عمران نے جوزف سے کہا۔ "ڈبوں کی غذا نے میرا ہاضمہ برباد کر دیا ہے... اِس لئے تازہ گوشت کے لئے شکار ضروری ہو گیا ہے۔"

"مجھے یقین نہیں ہے کہ اِن پہاڑوں میں شکار مل سکے... اور تم گیدڑ کا گوشت تو کھانے سے رہے... حالانکہ گیدڑ کے اِسٹو کا جواب نہیں ہوتا۔"

"چُپ.. کیوں بکواس کرتا ہے۔"! عمران بُرا سا مُنہ بنا کر بولا "تجھے یہیں رُک کر گاڑی کی نگرانی کرنی ہے... میں آس پاس دیکھتا ہوں شاید کوئی پہاڑی بکرا مِل جائے... اِن اطراف میں مِلتا ہے۔"!

"پتھر چاٹ کر بکرے زندہ نہیں رہ سکتے۔"!

"یہ بھی ٹھیک ہے..."! عمران سر ہلا کر بولا۔

"لیکن یہاں چکور ضرور ہوں گے..."! جوزف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہیئے۔"! عمران نے گاڑی کے ایک خانے سے اعشاریہ دو دو کی رائفل نکالتے ہوئے کہا۔

"تمہاری مرضی... دیکھ لو..."!

عمران بائیں جانب چل پڑا تھا۔ دراصل اُس کا رُخ اُسی طرف تھا جدھر سے رات کو فائروں کی آوازیں آئی تھیں.. یہ بھی ممکن تھا کہ وہاں کِسی قسم کا شکار ہوا ہو۔!

ذہن میں ایسے نشانات قائم کرتا جا رہا تھا جن کی مدد سے دوبارہ گاڑی تک پہونچ سکتا۔!

بڑی بے ہنگم چٹانیں تھیں۔ اُن کے درمیان راستے کی تلاش میں خاصی دُشواری پیش آرہی تھی۔ کچھ دُور چل کر وہ رُک گیا! سوچ رہا تھا کہیں واپسی میں بھٹک ہی نہ جائے۔ روانگی سے پہلے اندازہ نہیں تھا کہ کِس قسم کی چٹانوں سے سابقہ پڑے گا۔!

واپسی کے لئے پلٹا ہی تھا کہ عقب سے آواز آئی "رائفل زمین پر ڈال دو۔ ورنہ چھلنی ہو جاؤ گے۔"!

یہ مقامی زبان میں کہا گیا تھا جسے عمران سمجھتا بھی تھا اور روانی سے بول بھی سکتا تھا۔!

اُس نے چپ چاپ رائفل نیچے ڈال دی...

"اب اِدھر مڑو... ہاتھ اُوپر اُٹھاؤ..."!

عمران نے تعمیل کی تھی اور احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائی تھیں! ایک لڑکی جین اور جیکٹ میں ملبوس ریوالور تانے کھڑی نظر آئی تھی۔!

"تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی..."! اُس نے کہا اور عمران نے اُس کی آنکھوں میں ایسے ہی عزم کی جھلکیاں دیکھیں... اور پُوری طرح تیار ہو گیا۔ فائر ہوا تھا.. اور وہ ڈھلان میں لڑھکتا چلا گیا تھا... لڑکی واپسی کے لئے مُڑی۔

"ارے ٹھہرو! یہ اپنی گولی تو لیتی جاؤ..."! نیچے سے عمران نے کہا۔

وہ اُچھل پڑی... عمران قہقہے لگاتا ہوا ڈھلان پر چڑھ رہا تھا۔

لڑکی نے پھر فائر جھونک مارا... پے درپے کئی فائر کیے تھے...!

ہر فائر پر وہ اِسی طرح اُچھلا تھا جیسے گولی نشانے پر بیٹھی ہو.. اور پُورے پانچ فائر گن لینے کے بعد لمبا لمبا لیٹ گیا تھا..!

لڑکی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اُس کے قریب آئی... اور جھک کر اُسکی رائفل اُٹھا ہی رہی تھی کہ عمران نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"مُردے کا مال ہضم نہیں ہوگا۔"! اُس نے آہستہ سے کہا۔!

اور لڑکی نے بائیں ہاتھ سے ریوالور کا دستہ اُس کے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن وہ ہاتھ بھی پکڑ لیا گیا۔!

پھر وہ اُسے دھکا دے کر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لڑکی دھپ سے زمین پر بیٹھ گئی۔!

پہلی بار عمران نے اُس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں دیکھیں۔! ساتھ ہی وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے بھی جا رہی تھی۔

"پُوری چھ گولیاں میرے جسم میں پیوست ہو گئی ہیں..."! عمران نے احمقانہ انداز میں کہا "لیکن میرے جسم میں تو خون ہی نہیں ہے ورنہ کپڑے بھی خراب ہو جاتے..."!

وہ کچھ نہ بولی۔ اس کا مُنہ حیرت اور خوف سے پھیلا ہوا تھا۔

"ڈرو نہیں! میں کسی سے کہوں گا نہیں کہ تم نے مجھے مار ڈالا ہے۔"!

"مجھے جانے دو۔" وہ پھنسی پھنسی سی آواز میں بولی تھی۔

"یہ بتائے بغیر نہیں جانے دوں گا کہ آخر تم نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا۔ نہ کبھی کی جان نہ پہچان... اور اس لباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم اپنی روایات کی بھی پابند نہیں ہو۔"!

"تت۔ تم کون ہو۔"؟

"اب تو ایک لاش ہی سمجھو...! خدا کی پناہ۔ پوری چھ گولیاں..."!

"تم جھوٹے ہو... ایک بھی نہیں لگی۔"!

"دکھاؤں؟ نکال کر۔"!

"مجھے جانے دو۔"! وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

"تم نے کہا تھا ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"!

"مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ ہر چند کہ ہماری زبان بول سکتے ہو لیکن ہم میں سے نہیں ہو۔"!

"میں ملک کی ساری علاقائی زبانیں بول سکتا ہوں۔"!

"بس تو پھر معاف کرو.. مجھے غلط فہمی ہوئی تھی... اُنھوں نے پچھلی رات میرے ساتھی کو مار ڈالا۔ جوشِ انتقام میں اندھی ہو رہی تھی۔"!

"مجھے تازہ گوشت کی ضرورت اِدھر لائی تھی۔۔۔"! عمران نے کہا۔

"اِدھر گوشت کہاں۔۔ شکار قطعی نہیں ہے۔"!

"چکور بھی نہیں ملتے۔"!

"بہت کمیاب ہیں۔۔ دن بھر میں شاید ایک آدھ ہاتھ لگے۔ اب چھوڑ دو میرا ہاتھ۔"!

"تمہارا لباس مجھے حیرت میں ڈال رہا ہے! اِدھر کی خواتین تو بہت قدامت پسند ہیں۔"!

"میں اُن سے مختلف ہوں! میں نے یورپ میں تعلیم حاصل کی تھی۔"!

"اوہ۔ تو یہ کہو۔" عمران اُسے نیچے سے اُوپر تک دیکھتا ہوا بولا۔

"بس اب جانے دو۔"!

"میرا خیال ہے کہ تم تنہا ہو۔ اور وہ کئی ہیں۔"!

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔"!

"اچھا۔۔۔ تو وہ پچھلی رات والی فائرنگ۔۔۔"!

"تم کہاں تھے؟۔۔ تم کیا جانو۔"!

"اُدھر۔۔۔"! عمران داہنی جانب والی چٹانوں کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بولا "ہم دن بھر سفر کرتے ہیں اور رات کو کہیں رک جاتے ہیں۔! ہماری گاڑی اُدھر کھڑی ہے۔۔۔"!

"گاڑی ہے۔"! لڑکی نے پُر مسرت لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔۔۔"!

"تب تو میں تم سے لفٹ مانگوں گی۔ اُنھوں نے میری گاڑی بھی تباہ کر دی۔"

"کہاں جاؤ گی۔"؟

"تم کدھر جا رہے ہو۔"!

"قنزاتوغا۔۔۔"!

لڑکی کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔ اور اُس نے پُر اشتباہ نظروں سے اُسے دیکھا تھا۔۔۔!

"وہیں رہتے ہو۔۔۔"! اُس نے بالآخر پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ تفریحاً جا رہا ہوں۔۔۔"!

"کس کے مہمان ہو۔۔۔"؟

"کسی کا بھی نہیں۔"!

"مطلب یہ کہ قیام کہاں ہوگا۔۔۔"!

"گاڑی میں۔"!

"مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔۔۔"! اُس نے جھٹکا دیکر اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ "تم بھی اُنھی میں سے معلوم ہوتے ہو۔ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"!

دفعتہً وہ اُچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔۔۔!

عمران نے اپنی رائفل اُٹھائی اور اُس کا رُخ اُسکی جانب کرتے ہوئے کہا۔ "بھاگنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔"!

"یہ دوسری بات ہے۔"! لڑکی نہایت اطمینان سے بولی "میں زندہ تمہارے ہاتھ نہیں لگ سکتی۔"!

"زندہ رہنے کی ضرورت بھی کیا ہے! مجھے تو تازہ گوشت چاہیئے۔"!

لڑکی خاموش کھڑی پلکیں جھپکاتی رہی۔۔۔

"اپنا خالی ریوالور اُٹھا کر ہولسٹر میں رکھ لو۔۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے میری گاڑی دیکھو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔"!

"تو تم خان آف قزاتوغا کے آدمی نہیں ہو"؟ لڑکی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا... میں تو اپنی مملکت کا شہزادہ ہوں۔"!

"کس مملکت کے۔"؟

"احمق آباد نام ہے۔ تم اسکی فکر مت کرو... گاڑی ایسی ہے کہ تم بآسانی چھپ سکو گی۔ جہاں کہو گی اُتار دوں گا۔"!

"مجھے بھی قزاقوغا ہی جانا ہے۔"!

"بڑی عجیب بات ہے۔ خان آف قزاقوغا کے آدمیوں نے تمہیں گھیرا تھا... اور تم قزاقوغا ہی جانا چاہتی ہو۔"!

"وہاں پہنچ کر میں اپنی حفاظت آپ کر لوں گی۔"!

"لیکن وہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے اگر کوئی خطرہ ہے وہاں تمہارے لئے۔"!

"وہاں تو جانا ہی پڑے گا۔"!

"خان سے فریاد کرو گی"؟

"فریاد۔"! وہ طنزیہ سی ہنسی کے ساتھ بولی "کسی بھیڑیئے سے۔"؟

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"!

"طویل کہانی ہے۔ لیکن میں کیسے یقین کر لوں کہ تم خان کے آدمی نہیں ہو۔"!

"آدمی تو سرے سے ہوں ہی نہیں! ویسے کچھ دیر قبل تم نے کہا تھا کہ تم ہم میں سے نہیں معلوم ہوتے۔"!

"خان کے پاس باہر کے لوگ بھی ہیں۔"!

"تم اگر چاہو تو اپنا ریوالور دوبارہ لوڈ کر سکتی ہو۔" عمران نے رائفل کی نال جھکاتے ہوئے کہا۔

وہ بے یقینی کے سے عالم میں اُسے دیکھتی رہی...

"اب کھڑی کیوں ہو۔ جاؤ جہاں جانا چاہتی ہو... میں تو چلدیا۔"!

عمران نے اپنی رائفل کاندھے سے لٹکائی تھی اور دائیں جانب مُڑ گیا تھا۔ چند ہی قدم چلا ہوگا کہ لڑکی نے آواز دے کر روک لیا۔

"اب کیا ہے۔"؟ وہ اُس کی طرف مڑے بغیر بولا۔

"میں چل رہی ہوں۔"!

"پیچھے پیچھے چلی آؤ..."! وہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔

لڑکی تیزی سے آگے بڑھی تھی اور اُس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بولی "اتنے قریب سے کبھی میرا نشانہ خطا نہیں ہوا۔"

"اتنے قریب سے کبھی کوئی مجھ پر فائر کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکا۔"!

"تم آخر ہو کون۔"؟

"علی عمران نام ہے... اور تم..."!

"زینت۔ لیکن زینو کہلاتی ہوں..."!

"میرا نام بگاڑنے کی بھی جرأت آج تک کسی کو نہیں ہوئی۔"!

"تمہارا نام ایسا ہے ہی نہیں کہ بگاڑا جا سکے۔"!

"کیوں نہیں۔ اگر کہنا چاہو تو مجھے صرف ران بھی کہہ سکتی ہو۔ کوئی تمہارا کیا بگاڑ لے گا۔"!

"مجھے یقین دلاؤ کہ تم خان کے آدمی نہیں ہو۔"!

"کیا خان کے پاس کوئی نیگرو بھی ہے۔"؟

"نہیں۔ نیگرو تو نہیں ہے... میں نے کبھی نہیں سنا۔"!

"میرا باڈی گارڈ ایک نیگرو ہے۔ تم ابھی دیکھ ہی لو گی اور خان کے پاس ایسی کوئی گاڑی بھی نہ ہوگی۔"!

پھر زینو نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔!

تھوڑی دیر بعد وہ گاڑی کے قریب جا پہنچے! جوزف باہر ہی

کھڑا تھا۔ لڑکی کو دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"خبردار۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "منہ بند کرو۔"

جوزف نے جلدی سے منہ بند کر لیا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں حیرت بدستور باقی تھی۔

"چکور نہیں ملے۔ یہ مل گئیں۔۔۔" عمران بولا۔

جوزف احتراماً جھکا تھا۔

"یہ جوزف موگونڈا ہے۔۔۔ اور یہ زینت ہیں۔" عمران نے تعارف کرایا۔

"خوش آمدید مسی۔" جوزف نے دانت نکال دیئے۔

"دروازہ کھولو۔" عمران نے کہا۔

جوزف نے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔ اور عمران نے زینو سے اندر چلنے کو کہا تھا۔

"واقعی! خان کے پاس ایسی کوئی گاڑی نہیں ہے۔" زینو نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں محفوظ رہو گی! گاڑی بلٹ پروف بھی ہے۔"

"کیا تمہارے اس سفر کا کوئی خاص مقصد ہے؟"

"کتے نے کاٹا تھا۔ سوچا اسی بہانے تبدیلی آب و ہوا ہو جائے گی۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"واقعی کتے نے کاٹا تھا۔۔۔ کچھ کھاؤ پیو گی۔"

"پچھلی رات سے کچھ نہیں کھایا۔"

"فی الحال انڈوں کے سینڈوچ اور کافی پیش کر سکوں گا۔ کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ۔۔۔ خود کو قطعی محفوظ سمجھو۔۔۔ میرا باڈی گارڈ بہترین

لڑاکا ہے۔"

"تم بھی کم نہیں معلوم ہوتے! میرے خدا۔۔۔ چھ فائر۔۔۔ اور تم زندہ ہو۔"

"مجھے تو آج تک کسی نے عورت کے ہاتھوں مارے جانے کی بد دعا نہیں دی۔"

"قزاتوغا میں اجنبیوں کو نہیں داخل ہونے دیا جاتا۔"

"میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں سنی۔"

"نہ سنی ہو گی۔ لیکن ہوتا یہی ہے۔ سرکاری افسر وہی کرتا ہے جو خان چاہتا ہے۔"

"تب تو بہت برا ہوا۔ لیکن پھر یہ سیاح کہاں جاتے ہیں ہمارے سیاحت کے لٹریچر میں قزاتوغا کو خاص اہمیت حاصل ہے۔"

"سب کاغذی باتیں ہیں۔ سیاحوں کو سبوچہ سے آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا۔ قزاتوغا کا فاصلہ وہاں سے دس میل ہے۔"

"ہوں۔۔۔" عمران نے پُرتفکر انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔

"وہاں ایک اقامتی ہوٹل بھی ہے۔۔ چھوٹا سا بازار ہے۔ کچھ آبادی ہے کھاتے پیتے لوگوں کی۔"

"تب پھر تم کیسے جاؤ گی قزاتوغا۔"

"تم مجھے سبوچہ میں اتار دینا۔"

عمران کچھ نہیں بولا تھا۔ وہ بھی خاموش بیٹھی اسے سینڈوچ کیلئے انڈے فرائی کرتے دیکھتی رہی تھی۔

جوزف باہر ہی تھا۔

"تو اب تم خان کے مقابلے میں بالکل تنہا ہو۔" عمران نے تھوڑی دیر بعد

سوال کیا۔ اور وہ چونک کر اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"پھر شبہات سر اُٹھا رہے ہیں ذہن میں۔" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔"!

"اگر تم تنہا رہ گئی ہو... تو تمہیں سوچ سمجھ کر کوئی قدم اُٹھانا چاہیئے۔"

"مجھے اس پر حیرت ہے کہ تم نے اِس کے بارے میں بالتفصیل جاننے کی کوشش نہیں کی۔"!

"اگر تم مناسب سمجھو گی تو خود ہی سب کچھ بتا دو گی۔ خیر یہ لو سینڈوچ کھاؤ۔ میں کافی تیار کرتا ہوں۔"

"اگر اُنھوں نے راستے میں گاڑی روک کر تلاشی لی تو کیا ہوگا؟"

"تمہیں نہیں پا سکیں گے۔" عمران بولا۔ "مطمئن رہو۔ یہ ایک شعبدہ باز کی گاڑی ہے...! تم اُنھیں نظر نہیں آؤ گی۔"!

"تم شعبدہ باز ہو!۔ اُوہ... اسی لئے... میری گولیوں سے بچ گئے... لندن میں میں نے ایسا ہی ایک شعبدہ دیکھا تھا لیکن اس سے بھی زیادہ خطرناک شعبدہ باز رائفل کی گولیوں کو دانتوں سے پکڑتا تھا۔"!

"میں ابھی اِس درجے پر فائز نہیں ہوا۔"!

"میں سمجھ گئی! تم یہاں کھیل تماشے کے لئے آئے ہو... اس کے باوجود بھی شائد قسمتا تو غار میں داخل نہ ہو سکو...! البتہ اگر سرکاری افسر چاہے تو..."!

"شعبدہ باز ضرور ہوں لیکن اس سفر کا مقصد صرف تفریح ہے...! ہاں تو تمہارا وہ ساتھی کیسے مرا تھا۔"!

"بوڑھا آدمی تھا... پھرتیلے پن کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا... میں غار

سے نکاسی کے دوسرے راستے سے بھی واقف تھی... نکل آئی...!"!

"آخر خان کو تم دونوں سے کیا شکایت تھی۔"!

"مجھے شکایت ہے خان سے... اُس نے میرے بابا کو گرفتار کر لیا ہے... غداری کا الزام عائد کر کے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ زندہ بھی ہیں یا ختم کر دیئے گئے۔"!

"غداری۔ کس سے غداری! کیا تمہارے بابا نے ملکی قوانین کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔"؟

"ملکی قوانین۔" وہ حقارت سے ہنس کر رہ گئی تھی۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"!

"یہاں خان کا قانون چلتا ہے۔ میرے بابا خان کے بزنس منیجر تھے۔"!

"آہا۔ خان کا کوئی بزنس بھی ہے۔"!

"کیوں نہیں۔ یہاں سے شمالی سرحد پار لاکھوں کا مال جاتا ہے۔"!

"اُوہو۔ خوب۔ کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں..."!

"غلہ، شکر، گھی اور سوتی کپڑے وغیرہ۔"!

"اور تمہارے بابا! کیا نام بتایا تھا۔"؟

"شائد میں نے تمہیں ابھی تک نام نہیں بتایا۔" وہ اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔!

"نہ بتایا ہوگا۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"اُن کا نام جابر خان ہے۔"!

"اچھا اچھا... تو پھر شائد وہ خان کے کسی کاروباری حریف سے مل گئے ہوں گے۔ اسی لئے غداری کا الزام آیا ہے۔"!

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" زیبو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آخر کچھ تو ہوگا جس کی بنا پر اُنکی گرفتاری عمل میں آئی ہے۔"!

"سازش۔! اور اِس سازش کا سرغنہ اِس علاقے کا سب سے بُرا آدمی داراب ہے... خان کا مصاحبِ خاص کہلاتا ہے۔۔ اُس نے بابا سے میرا رشتہ مانگا تھا۔۔ بابا نے انکار کر دیا۔۔۔"!

"تمہاری مرضی معلوم کئے بغیر۔"!

"میں تو اس کا نام تک لینا پسند نہیں کرتی۔"!

"اچھا۔۔ اچھا۔۔ تو پھر یہاں اِسی کو غداری کہتے ہونگے۔"!

"تم کیسی اُوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو۔"!

"جو کچھ تم نے بتایا ہے اُس پر تبصرہ کر رہا ہوں۔۔ اچھا یہ بتاؤ۔۔ کیا انھیں علم تھا کہ وہ کسی الزام کے تحت گرفتار کرلئے جائیں گے۔"!

"یہ میں نہیں جانتی لیکن پرسوں شب کو وہ بہت پریشان تھے۔ میں نے جب پوچھا تو ٹال گئے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ رات اُنہوں نے ٹہل ٹہل کر گذاری تھی... دُوسری صبح میں شکار کو چلدی۔ جانتی تھی کہ وہ مجھے پریشانی کا سبب نہیں بتائیں گے۔ کبھی اپنی کسی اُلجھن میں شریک نہیں کرتے۔۔ بہرحال: دوپہر کو شکار سے واپس آئی تو معلوم ہوا کہ داراب دھوکے سے حملہ آور ہوکر انھیں پکڑلے گیا۔"!

"سرکاری حوالات میں ہوں گے۔"!

"یہاں کوئی سرکاری حوالات یا جیل نہیں ہے... خان کے محل کہکشاں میں ایک اذیت خانہ بھی ہے جہاں ایسے قیدی رکھے جاتے ہیں جنہیں کسی بنا پر خان ہی سزا دینا چاہتا ہو۔"!

"تب تو وہاں سے ضمانت پر بھی رہائی ممکن نہ ہوگی۔"!

"تم قانون کی حکمرانی والی اصطلاحات استعمال کر رہے ہو۔ یہاں اِنکا

تصور بھی احمقانہ ہے۔"!

"تمہارے بابا کس قسم کے آدمی ہیں۔۔۔"!

"میں نہیں سمجھی۔"!

"کیا اُن کا رجحان قانون کی حکمرانی کی طرف تھا۔"!

"یہ میں نہیں جانتی۔۔ لیکن وہ اس طرزِ زندگی کو پسند نہیں کرتے تھے اکثر کہا کرتے تھے کہ آخر سرکاری آفیسر کی موجودگی کے ڈھونگ کی ضرورت ہی کیا ہے۔"!

"تب تو یہ خان سے کھلی ہوئی غداری ہے۔"!

"وہ چاہتے تھے کہ اس علاقے کے لوگ بھی ویسی ہی زندگی بسر کرسکیں جیسے مُلک کے دُوسرے حصّوں کے لوگ کرتے ہیں۔"!

"اور وہ اپنے اِن خیالات کا اعلان بھی کرتے رہے ہونگے۔"!

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میرے علاوہ اور کسی سے بھی وہ اِس قسم کی گفتگو نہیں کرتے تھے۔"!

"خان کا وہ محل کہکشاں قزاتوغا ہی میں ہوگا۔"!

"وہیں ہے۔"!

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم تنہا کیا کرلوگی۔"!

"اپنی جان دے دونگی۔"!

"اِس سے فائدہ۔"!

"پھر کیا کروں۔"!

"میرے ساتھ سبوچہ ہی میں قیام کرو... کوئی صورت نکالی جائے گی۔"!

اُس نے عمران کو طنزیہ انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں تمہیں بہت اچھی لگی ہوں۔۔۔"!

عمران کے چہرے پر حماقتوں کی پرچھائیاں کچھ اور گہری ہو گئیں اور اس نے ہکلا کر کہا۔ "میں نہیں سمجھا۔۔۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"!

"تمہیں جتا دوں کہ میں نے یورپ میں بھی پاکبازی کی زندگی بسر کی تھی۔"!

"ماشاءاللہ۔۔ ماشاءاللہ۔۔۔"! عمران سر ہلا کر بولا۔ "نیکوکاروں کے لئے جنت ہے۔"!

"کیا تم میرا مذاق اُڑا رہے ہو۔"! وہ جھلا کر بولی۔

"نہیں خود کو اُلّو محسوس کر رہا ہوں۔ اب تم کافی پیو اور چلتی پھرتی نظر آؤ، تمہاری چھ گولیاں مجھ پہ اُدھار رہیں۔۔۔ غضب خدا کا اب یہ وقت آگیا کہ لڑکیاں مجھے اپنی پاکبازی کی دھونس میں لینا شروع کر دیں۔۔۔"!

"کیا مطلب۔"؟

"ارے مجھے اس سے کیا سروکار کہ تم کتنی پاکباز ہو۔۔! یہ لفظ بھی مجھے کبوتر بازی کا سا لگنے لگا ہے۔"!

"کیا بکواس کر رہے ہو۔"!

"اب چپ رہو۔۔ ورنہ جھاپڑ رسید کر دوں گا۔ کتے کاٹے کا مریض ہوں۔"!

"واقعی۔ کچھ کچھ پاگل ہی لگ رہے ہو۔"!

"جوزف۔"! عمران نے آواز دی۔

"یس باس۔"! باہر سے جواب ملا۔

"اب ہمیں روانہ ہو جانا چاہیئے۔"!

"اوکے۔ باس۔"!

"چلو اُترو۔"! عمران نے خشک لہجے میں زینو سے کہا۔

"بسروچشم اُترونگی۔"! زینو غرائی تھی۔

"جہنم میں جاؤ۔" کہہ کر عمران نے سوئچ بورڈ کے ایک پُش سوئچ پر انگلی رکھ دی تھی۔ ساری کھڑکیوں پہ نیلے رنگ کے شیشے چڑھ گئے۔

"اوہ۔ واقعی شاندار چیز ہے۔" زینو بولی۔ "اب ہمیں باہر سے نہیں دیکھا جا سکے گا اور ہم سب کو دیکھتے رہیں گے۔"!

عمران خاموش رہا۔ جوزف نے انجن اسٹارٹ کیا تھا اور گاڑی حرکت میں آگئی تھی۔!

کہکشاں۔۔۔ رات کے اندھیرے میں کہکشاں ہی معلوم ہوتی تھی قلعہ نما عمارت کے جھروکوں میں چراغ ہی چراغ روشن نظر آتے۔۔ اور یہ روشنیاں میلوں دور سے دکھائی دیتی تھیں۔۔۔

لیکن دن کے اُجالے میں سیاہ پتھروں سے بنائی ہوئی اس عمارت کو دیکھ کر عجیب سی دہشت ذہن پر طاری ہوتی تھی۔ شاید اسی بنا پر لوگ اسے کالی کہکشاں کہنے لگے تھے۔!

یہ خان قزاقوغا کا محل تھا!۔۔ خان قزاقوغا۔۔ جس کے تصور سے بھی اسکی زمینوں پر بسنے والے لرزنے لگتے تھے۔!

طویل قامت اور مضبوط جسم والا یہ آدمی ساٹھ اور پینسٹھ سال کے درمیان رہا ہوگا۔ چڑھی ہوئی سفید ڈاڑھی اور گھنی مونچھیں کے اوپر دو خونخوار آنکھیں اسکی ہیبتناکی میں مزید اضافہ کرتی تھیں۔!

عام طور پہ کہا جاتا تھا کہ اس کا مقابل دوران گفتگو میں آنکھ اُٹھا کر

اُسکے چہرے کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ !

„پیشی" کی خبر ہی سُن کر متعلقہ آدمی کا دم نِکل جاتا تھا۔

اِس وقت وہ اپنے دیوانِ خاص میں ایک زرنگار کُرسی پر بیٹھا خصوصی مصاحب داراب کو قہر آلود نظروں سے گھُور رہا تھا۔ اور داراب سر جھکائے کھڑا تھا۔ اُسکی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔

خان کے بعد اِس علاقے میں وہی سب سے خطرناک آدمی تصوّر کیا جاتا تھا۔ اِس کے مظالم کے چرچے دُور دُور تک تھے! خان کا داہنا ہاتھ تصوّر کیا جاتا تھا۔

„ایک لڑکی تیرے قابو میں نہ آسکی۔" خان دفعتہً دھاڑا۔

„عالیجاہ! لڑکی ہی ہونے کی وجہ سے قابو میں نہ آسکی۔۔۔ عورت ذات پر کیسے ہاتھ اُٹھے۔" داراب کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

„ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس نے دو سپاہیوں کو مار بھی ڈالا ہے۔"!

„اندھیرے میں دیوانہ وار فائرنگ کر رہی تھی۔۔ اِسے محض اتفاق سمجھنا چاہیئے کہ دو آدمی مر گئے۔"!

„اگر وہ علاقے سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوگئی تو ہم تیری کھال کھنچوا کر بھس بھروا دیں گے۔"!

„وہ باہر نہیں جاسکے گی عالیجاہ!۔۔ غلام نے ناکہ بندی کرادی ہے۔"!

„اُسکا ساتھی کون تھا۔"!

„گلزار کے قہوہ خانے کا مالک ثمر گل۔۔۔ وہ مارا گیا۔۔"!

„اُس کا سب کچھ ضبط کر لیا جائے۔۔۔ اُس کے ورثا میں کون کون ہے۔"!

„کوئی بھی نہیں۔ تنہا تھا۔۔۔ عالیجاہ۔"!

„جابر کی کتنی اُنگلیاں کاٹی گئیں۔۔۔"!

„دو۔۔۔ عالیجاہ۔"!

„دو۔" خان کے لہجے میں حیرت تھی۔۔ „اور اُس نے ابھی تک زبان نہیں کھولی۔"

„اسی لئے خیال ہوتا ہے عالیجاہ کہ کہیں وہ سچ مچ لاعلم ہی نہ ہو۔"!

„کیوں بکواس کرتا ہے۔"!

„معافی چاہتا ہوں عالیجاہ۔۔۔"!

„ہر روز ایک اُنگلی۔۔۔ اِس پر بھی زبان نہ کھولے۔۔۔ تو کان۔۔ پھر ناک۔۔۔ پھر آنکھیں۔۔۔"!

„ایسا ہی ہوگا۔۔ عالیجاہ۔"! داراب خم ہوا تھا۔ خان نے ہاتھ ہلا کر جانے کا اشارہ کیا۔

وہ اُلٹے قدموں چلتا ہوا دروازے تک آیا تھا اور پھر باہر نکل گیا تھا۔ !

اس کے کرخت چہرے پر تشویش کے آثار کچھ عجیب سے لگ رہے تھے! تھوڑی ہی دُور چلا ہوگا کہ کسی نے عقب سے آواز دی! رُک کر مڑا۔ ایک معمّر آدمی تیزی سے اُس کی جانب بڑھتا آرہا تھا۔!

„خیر تو ہے۔۔۔ کچھ پریشان نظر آرہے ہو۔"! اُس نے قریب پہونچکر کہا۔

„کچھ نہیں صمد خان۔۔۔ کوئی خاص بات نہیں۔"!

„آئینے میں شکل دیکھو اپنی۔"!

„کیا واقعی پریشان لگ رہا ہوں۔"!

„تمہاری فطرت کے لوگ اگر پریشان ہوں تو میلوں دُور سے احساس ہو جائے گا۔"!

"جابر خان کا قصہ ہے ۔" وہ طویل سانس لے کر بولا۔

"آخر اُس سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے ۔"

"اِس کھیپ میں اُس نے جو مال سرحد پار پہونچایا تھا اُس میں سے کوئی چیز گم ہو گئی ہے ... عالیجاہ کا خیال ہے اِس میں جابر خان کی بدنیتی کو دخل ہے ۔"

"کیا کوئی بہت قیمتی چیز تھی ۔"

"خدا جانے ... میرے علم کے مطابق وہ صرف ایک لفافہ تھا۔"

"لفافہ ۔" "تو پھر وہ تو جابر خان کی جیب ہی میں رہا ہوگا ۔"

"نہیں ۔ کسی پیٹی میں تھا ۔ جابر خان اس حد تک تو اعتراف کرتا ہے ایک جگہ ٹرک سے کچھ پیٹیاں گر کر ٹوٹ گئی تھیں اور اُن کا سامان سمیٹ کر دوبارہ پیک کیا گیا تھا ۔ لیکن اُسے کسی لفافہ کا علم نہیں ۔"

"تو پھر وہ ٹھیک ہی کہتا ہوگا ۔"

"خاموش ۔" داراب نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم بھی اپنی اُنگلیاں کٹوانا چاہتے ہو ۔"

"کیا اُس کی اُنگلیاں کاٹی جارہی ہیں ۔" بوڑھے نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا

"ہاں ۔ دو اُنگلیاں کٹ چکی ہیں ۔"

"اگر اُسے علم ہوتا تو ضرور اعتراف کر لیتا ۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے ..."

"تو پھر ۔"

"وہ کچھ سُننے پر تیار نہیں ۔"

"اللہ رحم کرے ۔" بوڑھا طویل سانس لیکر بولا۔

"اب زینو کی تلاش ہے ۔ لیکن وہ قابو میں نہیں آرہی ۔ ۔ دو سپاہی

بھی اُس کے ہاتھوں مارے گئے ہیں ۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا ۔"

"میں نہیں چاہتا کہ اُسے کوئی گزند پہونچے ۔"

"تمہارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے ۔ اور میری نصیحت سُنو ! اپنے کسی رویے سے یہ ہرگز نہ ظاہر ہونے دینا کہ تمہیں اُس سے ہمدردی ہے ۔"

"میں سمجھتا ہوں ۔"

"میرے ساتھ آؤ ۔ ۔ میں تمہیں کچھ اور بتانا چاہتا ہوں ۔"

کچھ دُور چلنے کے بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے تھے ! داراب استفہامیہ نظروں سے بوڑھے کو دیکھے جارہا تھا۔

بوڑھا کچھ دیر بعد بولا "جب سے خانوں کے اقتدار کے خاتمے کی تحریک شروع ہوئی ہے ! خان کا رویہ کچھ اور تلخ ہو گیا ہے ۔"

"یہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں ۔"

"اب سوال یہ ہے کہ ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیے ۔"

"جو خان کا رویہ وہی ہمارا بھی ہونا چاہیے ۔"

بوڑھے نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور بولا تھا "اِس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ۔"

"ہمارے خان کا اقتدار نہیں ختم ہو سکتا ۔" داراب نے کہا۔

"قومی حکومت نے ابتک جو کچھ کہا ہے کیا بھی ہے ۔"

"میں کسی قومی حکومت کو نہیں جانتا ... میرا حاکم خان قزاقوغا ۔ تمہاری بزرگی کا خیال مانع ہے ۔ ورنہ ..."

"مجھے غلط نہ سمجھو داراب ! میں بھی خان کا اُتنا ہی وفادار ہوں جتنے تم ہو ۔"

"پھر کیا کہنا چاہتے ہو —"!

"یہی کہ جابر خان کی بیٹی... یہاں سے باہر نہ جانے پائے... کیونکہ قومی حکومت خانوں کے خلاف شہادتیں اکٹھا کر رہی ہے... اور تم ابھی کہہ چکے ہو کہ تمہیں لڑکی سے ہمدردی ہے —"!

داراب چونک کر اُسے گھورنے لگا تھا... شائد اب اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔ اُسے یہ بات زبان سے نہ نکالنی چاہیئے تھی —!

"تم یہ بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھو گے..."!

"مطمئن رہو — ایسا ہی ہوگا —"!

"میرا اطمینان نہیں ہوا۔"!

"کِس طرح یقین دِلاؤں —"! بوڑھا جھنجھلا کر بولا۔

"اِس طرح —"! کہہ کر داراب نے بوڑھے کا سر دیوار سے ٹکرا دیا تھا۔ ... ایسی شدید ضرب تھی کہ وہ آواز نکالے بغیر گر کر بےحس و حرکت ہو گیا تھا۔

داراب نے اپنا داہنا پیر اُس کی گردن پر رکھ دیا... اور پھر اُس وقت دباؤ ڈالتا رہا تھا جب تک کہ بوڑھے کا دم نہیں نکل گیا تھا۔

اِس کے بعد پھر اُس نے دیوانِ خاص میں اپنی پیشی کرائی تھی۔ خان ابھی وہیں تھا اس لئے فوری طور پر حاضری کی اجازت مِل گئی تھی۔

"کوئی خاص خبر لایا ہے —"؟ خان نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"خاص خبر ہے عالیجاہ —"۔ میں نے صمد خان کو مار ڈالا —"!

"کیوں —"؟ وہ اُسے گھورنے لگا۔ داراب سر جھکائے کھڑا تھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا "غلام کے برداشت سے باہر تھی یہ بات کہ وہ قومی حکومت کے گن گائے —"!

"اچھا — کیا کہا تھا اُس نے —"!

"یہی کہ خدا کرے جابر کی بیٹی دارالحکومت تک پہنچ جائے... تاکہ اس ظالمانہ نظام کے خلاف قومی حکومت کو ایک ثبوت اور مِل جائے —"!

"یہ کہا تھا اُس بدبخت نے —"!

"ہاں عالیجاہ... اِس سے آگے سُننے کی تاب نہیں رہی تھی اور میں اُس کی ضعیفی کا خیال کئے بغیر اُس پر ٹوٹ پڑا۔ میں نہیں سُن سکتا ایسی باتیں —"!

"تو نے حقِ نمک ادا کیا — ہم خوش ہوئے۔ اُس خبیث کی لاش کو گندے کیچڑ میں دفن کرا دے —"!

"بہت بہتر عالیجاہ —"!

* * *

سڑک چکراتی ہوئی نشیب میں چلی گئی تھی... اور وہ سرسبز وادی گویا زمرد کا پیالہ تھی جو بھوری چٹانوں والے اس علاقے کو قدرت کی طرف سے عطا کر دیا گیا تھا... جوزف کی باچھیں کھِل گئیں۔ اور اُس نے عمران سے کہا "واہ باس!... مزہ آ گیا یہاں تو ایک بوتل سے ڈھائی بوتل کا نشہ ہوگا... واہ وا —"!

اِس وقت جوزف ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور عمران اُس کے برابر بیٹھا اُونگھ رہا تھا...!

"کیا کہا تھا تو نے —"! وہ چونک کر بولا۔

"ذرا بائیں جانب دیکھو... شائد ہمیں وہیں مُڑنا ہے... عمارتیں

بھی نظر آ رہی ہیں ۔۔۔ بڑی حسین جگہ ہے ۔” !

„ شائد ہم سبوچہ پہنچ گئے ہیں ۔۔۔” ! عمران نے کہا اور جماہی لے کر منہ چلانے لگا ! اس وقت صورت سے اوّل درجے کا کاہل معلوم ہو رہا تھا ۔

„ کیا لڑکی سو رہی ہے ۔” ! جوزف نے پوچھا ۔

„ میں نے اُسے کافی میں خواب آور سفوف دیا تھا ۔ تاکہ اُس کی بے خبری میں اُس کا حلیہ تبدیل کر سکوں ۔” !

„ ہر جگہ مسائل تمہارے منتظر رہتے ہیں ۔ کہیں چین نہیں ہے ۔ خواہ کُتا ہی کیوں نہ کاٹ لے ۔” !

„ مظلوم لڑکی ہے ۔” !

„ بڑی جی دار معلوم ہوتی ہے کہ تنہا ہی بھیڑیوں کے غول میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھی ۔” !

„ میرے ملک کے اِس خطے میں ایسے ہی بے جگر اور غیور لوگ پائے جاتے ہیں ۔۔” !

„ مگر تم اِس سلسلے میں کیا کر سکو گے جبکہ پہلی بار اِدھر آئے ہو ۔” !

„ دیکھا جائے گا ۔۔۔ ہاں دیکھو ۔۔۔ بستی سے باہر ہی گاڑی روکنا ۔۔۔ پوری بات اُسے سمجھائے بغیر بستی میں نہیں داخل ہونا چاہتا ۔۔۔ اور پھر یہاں تو وہی ہماری رہنمائی کرے گی ۔” !

„ جہاں کہو روک دوں ۔” !

„ کوئی مناسب سی جگہ دیکھ کر گاڑی کو سڑک سے اُتار دینا ۔۔۔ یہاں بائیں جانب مسطح جگہوں کی کمی نہیں ہے ۔” !

„ اُدھر نکل چلوں ۔” ! جوزف نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ „ گاڑی بھی سڑک پر سے نہ دکھائی دے گی ۔” !

„ ہاں ٹھیک ہے ۔” ! عمران سر ہلا کر بولا ۔

جوزف نے گاڑی اُدھر ہی اُتار دی جس طرف اشارہ کیا تھا ۔۔ اور ابھی رکنے کیلئے جگہ کا تعین بھی نہیں کر پایا تھا کہ اچانک سات آٹھ مسلح آدمیوں نے کسی طرف سے نمودار ہو کر گاڑی کو روکنے کا اشارہ کیا ۔ !

„ روک دو ۔” ! عمران آہستہ سے بولا ۔

„ کدھر جاتا ۔” ! ایک آدمی نے آگے بڑھ کر پوچھا تھا ۔ !

„ سبوچہ ۔” ! عمران نے جواب دیا ۔ „ ذرا اِدھر رُک کر کچھ کھائیں پئیں گے ۔” !

گاڑی کو وہ سبھی حیرت سے دیکھ رہے تھے ۔ !

„ تلاشی لے گا ۔” ! اُسی آدمی نے کہا ۔

„ ضرور ۔ ضرور ۔۔۔ اُدھر میری زنانی سو رہی ہے ۔” ! عمران نے گاڑی کے عقبی حصّے کی طرف اشارہ کیا ۔ !

„ تلاشی لے گا ۔” ! اُس نے سخت لہجے میں دُہرایا ۔

„ اچھا ۔۔ اچھا ۔۔۔” ! عمران اُترتا ہوا بولا ۔

اُس نے گاڑی کا عقبی دروازہ کھولا تھا ۔۔۔ اور پھر اسے بھی اتفاق ہی کہنا چاہیے کہ ٹھیک اُسی وقت گہری نیند سونے والی بھی اُٹھ بیٹھی تھی ۔ !

تلاشی لینے پر اصرار کرنے والا آگے بڑھا تھا ۔۔۔ اور زینو کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا تھا ۔

عمران نے انگلش میں کہا ۔ „ نروس ہونے کی ضرورت نہیں ۔ تم ان کی نظروں سے غائب ہو گئی ہو ۔۔ چپ چاپ بیٹھی رہو ۔” !

وہ تھوک نگل کر رہ گئی تھی ۔ تلاشی لینے والے نے اندر کا جائزہ لیا تھا ۔ لیکن اُس پر صرف اُچٹتی سی نظر ڈالی تھی ۔

„ ٹھیک ہے ۔۔۔” ! وہ سر ہلا کر پیچھے ہٹتا ہوا بولا ۔

عمران نے دروازہ بند کر دیا ۔۔۔ اور وہ لوگ وہاں سے چلے گئے ۔ !

تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر دروازہ کھولا تھا۔ زیبو سکتے کے سے عالم میں میٹھی نظر آئی۔!

„تم نے دیکھا میرا شعبدہ۔” عمران ہنس کر بولا „اُنھیں تمہاری ہی تلاش تھی۔ لیکن تمہیں نہیں دیکھ سکے۔”!

„شائد میں خواب دیکھ رہی ہوں۔”! وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

„مجھے داد نہ دو گی۔”!

„میں کیسے یقین کروں جبکہ اُن سے نظریں چار ہوئی تھیں۔۔ اُنھوں نے مجھے دیکھا تھا۔”

„پھر کیوں دُم دبا کر چلے گئے! یا پھر وہ تمہیں پہچانتے ہی نہ ہوں۔”!

„سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کم از کم تین آدمی اُن میں ایسے تھے جو مجھے دُور ہی سے پہچان لیں گے۔”!

„تو پھر رہی نا میرے شعبدے کی بات۔۔۔”

„اُوہ۔۔۔ یہ میرے چہرے پر بھاری پن کیسا ہے۔”! اُس نے کہا تھا اور چہرے کی طرف ہاتھ لیجانے ہی والی تھی کہ عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ „ٹھہرو کہیں میری محنت ضائع نہ ہو جائے۔”!

„کک۔۔۔ کیا مطلب۔”!

„شعبدہ۔”! عمران نے کہا اور ریک پر سے آئینہ اُٹھا کر اُس کے سامنے رکھ دیا۔ تحیر زدہ سی آواز اُسکے حلق سے نکلی تھی۔! اور پھر وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھنے لگی تھی۔۔!

„کیا یہ تم نہیں ہو۔”؟ عمران نے ہنس کر پوچھا۔

„م۔۔ میں نہیں۔”! وہ احمقانہ انداز میں ہنس پڑی۔۔ پھر بولی „یہ تو کوئی یوریشین معلوم ہوتی ہے۔”!

„اِسی لئے اب تم صرف اِنگلش میں گفتگو کرو گی۔”! دو تین گھنٹے لگیں گے اِس میک اپ کی عادی ہونے میں۔”!

„لیکن یہ کب اور کیسے ہوا۔”؟

„جیسے بھی ہوا اُس پر میں نادم ہوں۔۔۔ ورنہ بہ قائمی ہوش و حواس تم مجھے اپنے چہرے پر ہاتھ بھی نہ لگانے دیتیں۔”!

„کیا کیا تھا تم نے۔۔۔”! وہ یک بیک اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔

„کافی میں خواب آور دوا شامل کی تھی۔”!

„خدا کی پناہ۔ لل۔۔۔ لیکن۔۔۔”!

„اِس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ یہ نہ کرتا تو تم اِسوقت کہاں ہوتیں۔”!

„میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ آخر تم ہو کون”؟۔

„دُوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانا میری ہابی ہے۔”!

„میک اپ کے ماہر معلوم ہوتے ہو۔۔ شائد یہی پلاسٹک میک اپ کہلاتا ہے۔”!

„تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔”!

„کس حد تک میرا ساتھ دو گے۔”!

„جس حد تک تم چاہو۔”!

„میں نادم ہوں کہ میں نے ابتداء میں تمہارے بارے میں اچھی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔”

„کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ میں اِس برتاؤ کا عادی ہوں۔”!

„سچ بتاؤ۔۔ تم کون ہو”؟

„علی عمران۔۔ ایم ایس سی ڈی ایس سی آکسن۔۔ وغیرہ۔۔۔ اور بھی بہتیری کوالیفیکیشنز سمیت۔”!

„اور تم محض تفریحاً یہاں آئے ہو۔”!

„ابھی تک تو یہی خیال تھا لیکن شائد اب تفریح کی آرزو دل ہی میں رہ جائے۔”!

"تم اُن خطرات کا تصور بھی نہیں کر سکتے جن سے دوچار ہونے والے ہو۔ میری حمایت کا بیڑہ اُٹھا کر۔"!

"دیکھا جائے گا۔"!

"پھر سوچ لو۔"!

"کچھ کر گذرنے کے بعد ہی سوچنے کا عادی ہوں۔"!

"خان قنزاتوغا سے ٹکرانا پڑے گا۔"!

"کیا وہ پہاڑ ہے۔"!

"یہی سمجھ لو۔"!

"اُس کے اذیت خانے تک پہونچنے کا تہیہ کر چکا ہوں! کاش مجھے تمہارے والد کے جرم کی نوعیت کا علم بھی ہو سکتا۔"!

"بسا اوقات خان غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بھی دُوسروں کی زندگیوں سے کھیلنے لگتا ہے۔"

"مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش مت کرو۔"!

"تمہاری مرضی۔ میں دیکھوں گی کہ کب تک ثابت قدم رہتے ہو۔"!

"سبوچہ پہونچکر ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"!

"میں نہیں سمجھی۔"!

"گاڑی ہی میں قیام مناسب رہے گا یا ہوٹل میں ٹھہریں۔"!

"مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں تم اِس نادر و نایاب گاڑی سے بھی نہ ہاتھ دھو بیٹھو۔"!

"اگر خان تک اس کی شہرت پہونچی تو پہلے تم سے اسکی قیمتِ فروخت پوچھی جائے گی۔ لیکن اگر تم فروخت کر دینے پر آمادہ نہ ہوئے تو یہ حیرت انگیز طور پر تمہارے قبضے سے نکل جائے گی۔"!

"کیا کوئی بہت بڑا جن خان کے تابع ہے۔"!

"وہ خود ہی کسی جن سے کم نہیں ہے۔ اور پھر داراب جیسے لوگوں کے آقا

کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔"!

"کام کی بات کرو۔ خان قنزاتوغا کے قصیدے سے مجھے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے۔"!

"میں سمجھ گئی۔ تم اس علاقے کے کمشنر کے کوئی خاص آدمی ہو۔ اور تمہیں یہاں کسی خاص مقصد کے تحت بھیجا گیا ہے۔"!

"میں اب تمہاری کسی بات کی تردید نہیں کروں گا۔"!

"دیکھا! کیسا پہچانا میں نے۔"!

"اپنی باتوں کا خود ہی جواب دے رہی ہو!... یہ اچھی علامت نہیں ہے۔"!

"میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتی ہوں کہ گاڑی کے سلسلے میں کسی پر بھی اعتماد نہ کرنا۔ یہاں خان کے حکم سے کوئی بھی سرتابی نہیں کر سکتا۔"!

"تم فی الحال اپنے بارے میں سوچو کہ تمہارا اگلا قدم کیا ہونا چاہیئے۔"!

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"!

"اِسی برتے پہ اکیلے نکل کھڑی ہوئی تھیں"!

"یہاں کس میں اتنی جرأت ہے کہ خان کے خلاف میرا ساتھ دے سکے۔"!

"اچھا بس اب یہ قصہ ختم کرو۔۔ اور نیچے اُتر کر دیکھو۔ کیا ہم سبوچہ کے قریب پہونچ گئے ہیں۔"!

وہ گاڑی سے اُتر کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی۔ پھر پلٹ کر عمران سے بولی "دو ڈھائی میل کا سفر اور باقی ہے۔ اگر ہم ابھی روانہ ہو جائیں تو غروبِ آفتاب سے قبل ہی سبوچہ پہونچ جائیں گے۔"!

عمران نے جوزف کو پھر کچھ ہدایات دی تھیں اور گاڑی پھر سڑک پر آ نکلی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ بستی میں داخل ہوئے تھے اور زیتو نے ایک ایسے باغ کی طرف رہنمائی کی تھی جہاں متعدد خیمے نصب تھے اور کچھ گاڑیاں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔!

"کچھ سیاح یوں بھی گذر کرتے ہیں یہاں۔"! اس نے کہا۔

"ہمارے لئے بھی یہی مناسب رہے گا۔" جوزف بولا۔ "کسی ہوٹل کی گھٹن سے لاکھ درجہ بہتر۔"

"لیکن اس کے باوجود بھی گاڑی کی نگرانی کرنی پڑے گی۔"

"میری موجودگی میں کوئی اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔" جوزف نے کہا۔

"ویسے بھی کوئی جرأت نہیں کریگا! کیونکہ اس پہ قومی فوج کا نشان موجود ہے۔" عمران نے کہا۔

"اوہ۔ تو تمہارا تعلق فوج سے ہے۔" زیزو اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"پھر یاد دلاؤں کہ یہ ایک شعبدہ باز کی گاڑی ہے۔" عمران نے کہا۔ "خیر! ہاں تو صورت یہ ہوگی تم گاڑی میں سوؤگی اور ہم دونوں خیمے میں رہیں گے۔۔۔ ایک چھوٹا سا خیمہ میں بھی لایا ہوں۔"

"میری وجہ سے۔۔۔ تم لوگ بھی زحمت میں پڑے ہو۔۔۔" زیزو نے کہا۔ اور آئینہ اٹھا کر پھر اپنا جائزہ لینے لگی۔۔۔ پھر اس طرح چونک پڑی جیسے کسی نئے خیال نے ذہن میں جنم لیا ہو۔

"سنو، دوست۔" اس نے عمران کو مخاطب کیا۔ "میں یوریشین نہیں بلکہ ایک فرانسیسی لڑکی ہوں۔۔۔ زیزو نہیں بلکہ زیانا نام ہے۔"

"میری طرف سے مکمل اجازت ہے جو قومیت چاہو اختیار کرلو۔۔۔ لیکن اس سے فائدہ کیا ہوگا۔"

"ہم کہکشاں میں داخل ہوسکیں گے! خان غیر ملکیوں کو محل دیکھنے کی اجازت دے دیتا ہے۔۔۔ بلکہ کبھی کبھی مہمان بھی بنا لیتا ہے۔ اور فوجیوں سے بھی نہیں الجھتا۔ کبھی کبھی فوجی آفیسر بھی کہکشاں میں دیکھے گئے ہیں۔۔۔ تم کیوں نہ کسی فوجی آفیسر کا سوانگ رچاؤ۔۔۔ میں فرانس سے آئی ہوں۔۔۔ اور یہ تمہارا نیگرو باڈی گارڈ میرا باڈی گارڈ بن جائے۔۔ یعنی یہ میرے ساتھ فرانس ہی سے آیا ہے۔۔۔ میری

اور تمہاری پرانی دوستی ہے۔۔۔ اور میں یہاں تمہاری مہمان ہوں۔۔ اگر اس طرح کہکشاں میں رسائی ہوگئی تو پھر سمجھو کام بن گیا۔۔ میں عمارت کے چپے چپے سے واقف ہوں لیکن ٹھہرو۔۔ کیا تم میں اتنی ہمت ہے کہ صدر کے پولیٹیکل ایجنٹ سے مل کر اس سے محل میں داخلے کی سفارش کرا سکو۔"

"فکر نہ کرو۔ یہ بھی ہو جائے گا۔۔ ویسے تمہیں سوجھی خوب ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"خیر تو اب تم مجھے کرنل عمران کہہ کر مخاطب کرسکتی ہو۔"

دفعتہً جوزف کی آواز سنائی دی "باس! وہ لوگ پھر ادھر ہی آرہے ہیں۔"

"آنے دو۔۔۔" عمران نے کہا اور زیزو سے بولا "ہماری گفتگو کے دوران میں اس طرح غیر متعلق نظر آنے کی کوشش کرنا جیسے زبان کو سمجھ نہیں سکتیں۔"

"میں احتیاط رکھوں گی۔"

وہ قریب آگئے۔ اس بار ان کے ساتھ ایک نیا چہرہ بھی نظر آیا۔ اور یہ چہرہ قوت اور درندگی کا مظہر بھی تھا۔

گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا "یہ فوج کی گاڑی ہے۔" وہ صرف گاڑی ہی کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔ ان لوگوں سے کچھ پوچھا نہیں تھا۔ پھر وہ خیموں میں جھانکتے پھرے تھے۔۔۔ زیزو انہیں بغور دیکھتی رہی تھی۔ عمران اور جوزف لاتعلق نظر آرہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا تھا "شاید تمہاری ہی تلاش جاری ہے۔"

"تم نے اس آدمی کو دیکھا۔۔۔ وہ جس کی پیشانی پر لمبا سا زخم کا نشان تھا۔" زیزو نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن گاڑی کی تلاشی لیتے وقت ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھا۔"

"میں نے اسے حلئے سے پہچانا ہے۔۔۔ داراب، وہی تھا! خان کا خصوصی

صاحب، صرف نام سنتی رہی تھی۔۔ آج پہلی بار دیکھا ہے۔۔۔ پاپا کو اسی نے گرفتار کیا تھا! لیکن سنو۔۔ کیا تمہاری گاڑی پر اُس وقت فوج کا نشان موجود نہیں تھا جب انہوں نے تلاشی لی تھی۔۔"!

„موجود تھا۔ انہوں نے توجہ نہ دی ہوگی۔ ویسے یہ نشانات بدلے بھی جا سکتے ہیں۔۔۔ کہو تو پل بھر میں اسے کسی فلم کمپنی کی ملکیت بنا دوں۔"!

„آخر تم ہو کیا چیز۔۔"؟

„اس نشان کے ساتھ تو کرنل ہوں۔۔ فلم کمپنی والے نشان کے ساتھ ماسٹر جھاپک کہلاؤں گا۔ ویسے بات صرف اتنی سی ہے کہ مجھے کتے نے کاٹا تھا۔۔"!

وہ اُسے عجیب سی نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔۔ دفعتہً بولی۔ „یہ تم نے کتوں کی تصویریں گاڑی میں کیوں لٹکا رکھی ہیں۔۔"!

„جب سے کتے نے کاٹا ہے۔ یہ کیفیت ہو گئی ہے۔۔۔"!

„میں انہیں اتار کر پھینک دوں گی۔ کتے مجھے اچھے نہیں لگتے۔۔"!

„اچھے تو مجھے بھی نہیں لگتے۔ لیکن بہرحال کتوں ہی میں زندگی بسر کرنی ہے۔۔"!

„بسا اوقات تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔۔"!

„آج تو پہلا ہی دن ہے۔۔"!

„لیکن مجھے پورا ایک سال لگ رہا ہے"؟

„کبھی کتے نے تو نہیں کاٹا تھا۔۔"!

„ختم کرو فضول باتیں۔۔ اب ہمیں صرف اس کی فکر ہونی چاہیئے کہ جلد از جلد کہکشاں تک رسائی ہو جائے۔۔"!

„وہ بھی ہو جائے گا: میں پولیٹیکل ایجنٹ سے ملوں گا۔۔"!

„نہیں دوست! وہ پُر تفکر لہجے میں بولی۔ „یہ طریقہ کارگر نہیں ہوگا۔ اگر اس طرح ہم کہکشاں میں داخل بھی ہو گئے تو اذیت خانے تک ہرگز نہ پہونچ

سکیں گے۔ ہر وقت ہماری نگرانی کی جائے گی۔"

„یہ بات تو ہے۔۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ „اگر کسی اور طریقے سے کہکشاں والوں کی لاعلمی میں داخل ہو سکیں تو وہاں ہفتوں چھپے رہ سکتے ہیں۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔ وہ قلعہ نما عمارت ضرور ہے لیکن وہاں کوئی باقاعدہ قسم کی فوج نہیں رہتی۔۔۔ خان کے ایک درجن سپاہیوں کے علاوہ چند ہی افراد اور ہیں۔"

„اگر میں پہلے کبھی یہاں آ چکا ہوتا تو آج دوسری صورت ہوتی۔ خود ہی کوئی راستہ پیدا کر لیتا۔۔"!

„میری ایک تجویز ہے اگر تم اس پر عمل کر سکو۔ یہ سلسلہ صرف قزاقوغا تک پہونچنے کا ہے۔ ہم اس طرح جائیں کہ اجنبی نہ معلوم ہوں۔ تم میک اپ کے ایکسپرٹ ہو۔ کیا یہ ممکن نہیں۔۔"!

„ہر طرح کا میک اپ ممکن ہے۔۔"!

„یہاں ایک دوکان علاقائی ملبوسات کی بھی ہے۔ ہم چرواہوں کا بھیس بدل سکیں گے بس قزاقوغا پہونچ جائیں۔۔ پھر کہکشاں میں داخل ہونے کی تدبیر میں کروں گی۔"!

„مجھے منظور ہے۔۔"!

„لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ میں کسی طرح کی یقین دہانی نہیں کرا سکتی۔۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔ ہماری موت ہی ہمیں اُس طرف لے جا رہی ہو۔۔"!

„لے جانے دو۔۔"!

„کیا مطلب۔۔"!

„زیادہ دور کی باتیں سوچنا میرے بس کی بات نہیں۔۔"!

„کیا تمہارے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔۔"!

„آگے سناٹا اور پیچھے تاریکی ہے۔۔۔"!

"میں نہیں سمجھی ۔۔"!

"کچھ سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے! اگر مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو تو کرو ورنہ تمہاری راہ اور میری اور ۔۔"!

"وہ خاموش ہو گئی تھی۔۔۔ پھر عمران اور جوزف بڑی دیر تک سر جوڑے آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے تھے اور وہ دُور سے اُنھیں کشمکش کے سے عالم میں دیکھے جا رہی تھی ۔!

* * *

اِس آدمی کو سمجھنے کی کوشش میں مبتلا ہو کر زیبو اپنی اُلجھنیں بھی بھول گئی۔ کبھی وہ اُسے دیوانہ معلوم ہوتا۔ کبھی احمق اور کبھی اِتنا عاقل و فہیم کہ اپنی سماعت پر یقین نہ آتا۔ وہ اُس سے اِس بات پر پُوری طرح متفق ہو گیا تھا کہ چرواہوں کے بھیس ہی میں قراقوغا کا سفر کیا جائے! دُوسرے دِن اُنھوں نے اِس سِلسلے کی ساری تیاریاں مکمل کی تھیں اور شام ہوتے ہی وہاں سے چل پڑے تھے۔!

مقامی پوشاکیں خریدی گئی تھیں اور پھر اُنھیں عمران نے جانے کِن تدبیروں سے اِس حال کو پہنچا دیا تھا کہ وہ مہینوں کی استعمال شدہ معلوم ہونے لگی تھیں۔!

پیدل روانگی ہوئی تھی اور جوزف گاڑی سمیت سبوچ ہی میں مقیم رہا تھا۔ ویسے وہ بڑی مشکل سے اِس پر آمادہ ہوا تھا۔۔ عمران کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا! لیکن حکم کی تعمیل سے روگردانی بھی ناممکن تھی۔۔"!

کچھ دُور چلنے کے بعد عمران نے کہا "ایک کام تو رہ ہی گیا۔"!

"کیا؟۔۔۔" زیبو چلتے چلتے رُک گئی۔!

"ہم نے اپنے گلے میں ایسی تختیاں تو لٹکائی ہی نہیں جن پر تحریر ہوتا کہ ہم چرواہے ہیں ۔۔"!

"او بابا۔۔۔ وہ بھی ہو جائے گا۔" زیبو نے کہا "یہاں سے تین چار میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے! وہاں سے ہم چند بھیڑیں خرید لیں گے ۔۔"!

کچھ دُور سڑک پر چلنے کے بعد زیبو نے ایک جانب کی ڈھلان میں اُترنا شروع کیا تھا اور پھر اُس کے بعد سے دُشوار گذار راستوں پر چلنا پڑا تھا۔!

"اندھیرے میں کہاں کہاں بھٹکاؤ گی۔۔"! عمران نے کہا۔

"ذرا دیر میں چاند نکل آئے گا۔۔۔! میں چاہتی ہوں کہ ہم اِس طرح اُس بستی میں داخل ہوں کہ کِسی کو علم نہ ہو سکے۔۔"!

"کِس بستی میں۔۔"!

"جہاں سے بھیڑیں خریدنی ہیں! باتیں کرتے چلو۔۔۔ اپنے بارے میں کچھ اور بھی بتاؤ۔۔"!

"میں اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔۔"!

"تو پھر مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ تم کوئی فرشتہ ہو، جسے خُدا نے میری مدد کیلئے بھیج دیا ہے۔۔"!

"میرے بارے میں جاننے کی خواہش کرنے کی بجائے میری مدد کرو۔۔"! عمران بولا

"میں نہیں سمجھی۔۔"!

"اپنے بابا کے بارے میں باتیں کرو۔ کیا وہ مال کے ساتھ خود بھی سفر کرتے ہیں۔۔"!

"زیادہ تر یہی ہوتا ہے۔۔"!

"کبھی اُنھیں رُخصت بھی کیا ہے ایسے کِسی موقع پر۔۔"!

"بارہا۔۔۔"!

"روانگی کے وقت وہ مضطرب نظر آتے ہیں یا پُر سکون۔۔۔"!

زینو نے فوراً ہی جواب نہیں دیا تھا۔ کچھ سوچنے لگی تھی۔۔ تھوڑی دیر بعد بولی „ بڑا عجیب سوال کیا ہے تم نے۔۔۔! ہاں۔۔ اب میں سوچتی ہوں۔۔۔ میں نے انھیں ہمیشہ مضطرب پایا ہے۔۔”!

„ میرا بھی یہی خیال تھا۔” عمران سر ہلا کر بولا۔ „ خان کی تجارت قانونی نہیں معلوم ہوتی۔ وہ ضروریاتِ زندگی کی اسمگلنگ کراتا ہے۔۔”!

„ نہیں۔۔ یہ غلط ہے۔۔۔ بابا کہہ رہے تھے کہ خان کے پاس اجازت نامہ ہے”

„ صرف فرٹیلائزر برآمد کرنے کا اجازت نامہ ہے اُس کے پاس۔۔۔ میں نے آج ہی تصدیق کی ہے۔ تم غلے، شکر اور گھی کا بھی تذکرہ کر چکی ہو۔۔”!

„ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ٹرکوں پہ کونسی اشیاء لادی جاتی ہیں۔۔”!

„ اسمگلنگ اچھی لڑکی اسمگلنگ۔۔”!

„ ہو سکتا ہے۔ اِدھر اتنی سختی بھی نہیں ہے۔۔”!

„ خیر ہو گا! مجھے اس سے سروکار نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ تمہارے بابا پر غداری کا الزام کیوں عائد کیا گیا ہے۔۔”!

„ میں صرف اُن کی رہائی چاہتی ہوں۔۔”!

چاند چڑھتے ہی وہ ایک جگہ بیٹھ گئے تھے۔ اور تھیلے سے کھانا نکالا تھا۔ کھانے کے دوران میں زینو نے کہا „ بستی میں پہونچ کر تم گونگے بن جانا۔۔۔ بھیڑوں کا سودا میں کروں گی۔۔”!

„ یعنی تمہارا گونگا ملازم۔۔”!

„ ہوش کی دوا کرو۔۔ یہاں کے چرواہے اتنے مالدار نہیں ہیں کہ ملازم رکھ سکیں۔ میں تمہیں اپنا۔۔ شوہر ظاہر کروں گی۔۔”!

„ وہ تو گونگا ہوتا ہی ہے۔۔! ظاہر واہر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔”!

„ میں تم سے متفق نہیں ہوں! شوہر بہت بکواس کرتے ہیں۔”!

„ اُسی صورت میں اگر بیوی سچ مچ گونگی ہو۔۔۔”!

„ میں سمجھ گئی! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بیویاں انھیں زبان کھولنے کا موقع ہی نہیں دیتیں۔”

عمران کچھ نہ بولا۔ پھر اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے بھی خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔ اور پھر اُس نے تھیلے سے نکالی ہوئی اشیاء کو سمیٹ کر دوبارہ تھیلے میں رکھنا شروع کر دیا تھا۔ زینو بھی کھانا کھا چکی تھی۔! عمران کے رویے پر وہ بھی اُکسنے لگی۔۔۔! پھر ہاتھ کے اشارے سے اس کی وجہ پوچھی تھی اور عمران نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر پھر چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

اور پھر قدموں کی آوازیں واضح ہوتی گئی تھیں۔۔۔ زینو نے ایکدم اُٹھنا چاہا لیکن عمران اُس کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ سے بولا „ بیٹھی رہو۔۔۔ آوازیں کئی اطراف سے آ رہی ہیں۔۔۔”!

اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔۔۔ چھ افراد نے دائرے کی شکل میں اُنھیں گھیر لیا تھا۔۔!

„ تم لوگ کون ہو۔۔ اور یہاں کیا کر رہے ہو۔۔”؟ کسی نے ڈپٹ کر پوچھا تھا۔

„ مسافر ہیں۔۔”! زینو بولی۔

اور پھر کئی ٹارچوں کی روشنیاں اُن کے چہروں پر پڑی تھیں۔۔۔ عمران نے اُلوؤں کی طرح دیدے نچائے۔ اور پھر کسی گونگے کی طرح شور مچانے لگا۔ جیسے آنکھوں پر تیز روشنی پڑنے کی وجہ سے بلبلا اُٹھا ہو۔۔!

„ کہاں جا رہے ہو۔۔”؟ پھر پوچھا گیا۔

„ سعد گنج۔۔”! زینو بولی۔

„ لیکن تم لوگ سعد گنج کے تو نہیں معلوم ہوتے۔۔۔”!

"جا رہے ہیں سعد گنج... زمانیہ سے آئے ہیں۔"!

"سعد گنج میں کس کے گھر جا رہے ہو۔"؟

"کلاں پیر کی زیارت کو آئے ہیں۔۔۔"!

دفعتاً اُن میں سے ایک نے دُوسرے کا بازو پکڑا۔ اور اُسے دُور لے جا کر آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا۔ عمران نے طویل سانس لی۔ جس بات کا خدشہ تھا وہی پیش آئی تھی غالباً زیبو کی آواز پہچان لی گئی تھی۔۔۔ ذرا سی بھی تبدیلی اپنی آواز میں نہیں کر سکی تھی۔

وہ دونوں پھر پلٹ آئے۔۔۔ اور دوبارہ ٹارچ روشن کی اور اُسی روشنی میں عمران نے اُس شخص کو پہچان لیا جس کے بارے میں زیبو نے بتایا تھا کہ وہ داراب ہی ہو سکتا ہے۔!

روشنی کا دائرہ زیبو کی طرف رینگ گیا! عمران پھر شور مچاتا ہوا ٹارچ والے اور زیبو کے درمیان آ گیا۔۔۔

"اسے پکڑ لو۔۔۔"! داراب نے اپنے آدمیوں سے کہا تھا۔

تین آدمی عمران کی طرف بڑھے ہی تھے کہ زیبو بھی اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔۔۔

"خبردار جو اُسے ہاتھ لگایا بدبختو۔۔۔"! زیبو نے عمران کا ڈنڈا اُٹھاتے ہوئے کہا تھا۔۔۔!

لیکن تین آدمی پہلے ہی عمران پر جھپٹے تھے۔۔۔ اور پھر زیبو یہ نہیں دیکھ سکی تھی۔۔۔ وہ کس بنا پر اُچھل اُچھل کر دُور جا پڑے تھے۔!

ویسے خود اُس نے اُس شخص پر ڈنڈا گھمایا تھا جسے داراب کی حیثیت سے شناخت کر چکی تھی۔ وہ اُچھل کر پیچھے ہٹتا ہوا دہاڑا۔۔۔ "عورت تو پاگل تو نہیں ہو گئی ہے۔ جانتی ہے میں کون ہوں۔۔۔"!

"کلاں پیر کے زائروں کو پریشان کرنے والے شیطان ہی ہو سکتے ہیں۔"! زیبو

بھی چیخی تھی۔!

اُدھر عمران اُن پانچوں کی دُرگت بنائے دے رہا تھا! کسی طرح اُن کے قابو ہی میں نہیں آ رہا تھا۔!

"اُس گونگے کو روک لے ورنہ پچھتائے گی! ہم خان کے آدمی ہیں۔۔۔"! داراب نے کہا

"اسے تو پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔"! وہ عمران کی طرف دوڑی تھی۔۔۔

"ہٹ جاؤ۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ تم لوگ۔"! داراب نے اپنے آدمیوں کو للکارا۔۔۔

"جو جہاں تھا وہیں رُک گیا! لیکن عمران ہاتھ ہلا ہلا کر انھیں للکارتا رہا۔ زیبو اُس کے قریب پہنچی تھی اور اُس کا شانہ تھپک تھپک کر اشاروں سے کچھ سمجھانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔!

اور پھر عمران نے اُن سبھوں کو جھک جھک کر سلام کرنا شروع کر دیا تھا! داراب کے ساتھی ہانپ رہے تھے۔

داراب نے زیبو سے کہا "ہمیں ایک پاگل عورت کی تلاش ہے جو گھر سے نکل گئی ہے لیکن ہم اُسے پہچانتے نہیں ہیں۔۔۔ میرے ایک آدمی کو تمہاری آواز اُسی کی سی لگی تھی۔

"جاؤ۔ کوئی بات نہیں۔۔۔"! زیبو نے فراخدلی کا مظاہرہ کیا۔!

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ تمہارا۔۔۔"! داراب نے عمران کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کچھ کہنا چاہا!

اور زیبو جلدی سے بولی "میرا آدمی ہے۔۔۔"!

"بہت تیز معلوم ہوتا ہے۔"!

"تمہیں جلدی ہی ہوش آ گیا تھا۔۔۔ ورنہ یہ تمہارے کسی ساتھی کی گردن ضرور توڑ دیتا۔"! زیبو نے اپنے لہجے میں پیار اُجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"چلو۔ دِل صاف کرو۔۔۔ کہو تو ہم تمہیں سعد گنج پہونچا دیں۔ ہمارے پاس گاڑی ہے۔"!

"میرے باپ دادا بھی پیدل زیارت کو جاتے تھے ..."!

"اچھا۔۔ اچھا۔۔"! اُس نے اپنے آدمیوں کو چلنے کا اشارہ کیا تھا۔۔ پھر وہ ڈھلان میں اُترتے چلے گئے تھے ...

"خواہ مخواہ ۔۔ ۔"! عمران سر ہلا کر آہستہ سے بولا ...!

"کیا شاندار اداکاری کی تھی تم نے ... واہ ..."! زیبو نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ اُسے تمہاری باتوں پر یقین نہیں آیا۔ اب وہ چھپ کر ہماری نگرانی کریں گے ... لہٰذا مجھے گرنگا ہی بنا رہنے دو ..."! بولنے پر مجبور نہ کرو۔"

"اور اب ہمیں زیارت گاہ پر بھی حاضری دینی پڑے گی ۔۔ چلو اچھا ہے ۔۔ تھکن بھی دُور ہو جائے گی ..."!

"بھیڑیں نہ خرید سکیں گے ..."!

"کیوں ..."؟

"اُس صورت میں اگر اُنھوں نے چھپ کر نگرانی کی ... مضحکہ خیز بات ہوگی کہ زیارت کرنے کے بعد بھیڑیں خرید کر اُنھیں چراتے ہوئے قزاتوغا کی طرف چل پڑیں ..."!

"ٹھیک کہتے ہو ... کھیل بگڑ گیا ہے ۔۔ لیکن ٹھہرو ۔۔ ہم دیکھیں گے کہ وہ ہماری نگرانی کرتے بھی ہیں یا نہیں۔ محض قیاس کی بنا پر ..."!

"چلو بیٹھ جاؤ۔ فوراً ہی روانگی بھی مناسب نہ ہوگی"! عمران نے کہا۔

"لیکن ایسی جگہ بیٹھنا چاہیے کہ چاروں طرف نظر رکھ سکیں ..."!

مطلع صاف تھا اور چاندنی بڑی شفاف لگ رہی تھی ...!

تھوڑی ہی دیر میں اُنھوں نے جگہ کا انتخاب کر لیا۔

"تم بہت پھرتیلے ہو ..."! زیبو نے کہا۔

"شعبدہ بازوں کو بڑی محنت کرنی پڑتی ہے ..."!

"یقین نہیں آتا کہ تم محض شعبدہ باز ہو ..."!

"تمہاری اِس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے ..."!

"یہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے ... کیا یہ مضحکہ خیز نہیں ہے"! زیبو نے کہا!

"تم جانو ۔۔ تجویز تمہاری ہی تھی۔ میں نے تو کہا تھا کہ پولیٹیکل ایجنٹ سے سفارش نامہ حاصل کر کے خان کے مہمان ہی بن جائیں گے ..."!

"بس پھر مہمان ہی بنے رہتے ۔ یقین کرو۔ ہر وقت نگرانی ہوتی ..."!

"اوہ ۔ ختم کرو ۔۔ دیکھا جائے گا"۔ "کیوں نہ ہم کوئی مناسب سی جگہ تلاش کر کے آرام کریں اور صبح ہوتے ہی سعد گنج کی طرف روانہ ہو جائیں ..."!

"چلو یونہی سہی ۔ اَب تو سیدھے کلاں پیر کے مزار پر پہنچنا ہے ..."! زیبو نے کہا اور جگہ کی تلاش شروع کرنے کیلئے اُٹھ کھڑی ہوئی ۔!

عمران اتنا مجبور تو نہیں تھا کہ دُوسرا میک اپ نہ کر سکتا! ضرورت کی ساری چیزیں اُس کے دونوں تھیلوں میں موجود تھیں۔ پچھلی رات اُنھوں نے ایک چھوٹا سا غار تلاش کر لیا تھا اور باری باری سے سوتے جاگتے رہے تھے۔ دُوسری صبح زیبو نے عمران سے کہا "ہم بھیڑیں ضرور خریدیں گے ۔ کیا تم دُوسرا میک اَپ نہیں کر سکتے ..."؟

زیارت گاہ تک ہم اِسی میک اَپ میں جائیں گے ..."! عمران نے جواب دیا "وہاں ٹھہر کر دیکھیں گے کہ ہماری نگرانی تو نہیں کی جارہی ..."!

"اَب میں مطمئن ہوں ..."! زیبو نے طویل سانس لی۔

وہ پھر چل پڑے تھے۔ لیکن شام سے پہلے زیارت گاہ تک نہ پہونچ سکے۔ اُن کا تعاقب تو نہیں کیا گیا تھا۔۔ لیکن جب وہ زیارت گاہ میں پہونچے تھے تو داراب اور اُس کے ساتھیوں کو وہاں موجود پایا تھا۔ غالباً وہ زیبو کے بیان کی تصدیق کرنے کے لئے وہاں رُکے تھے۔!

زیارت گاہ میں زائروں کے قیام کے لئے ایک بہت بڑا سائبان تعمیر کیا گیا تھا جس میں عورتوں اور مردوں کے قیام کے لئے الگ الگ حصے بنائے گئے تھے۔

زیبو خواتین والے حصے میں پہونچی تو اُسے اپنی بستی کی تین عورتیں نظر آئیں جن کے یہاں ہونے کا جواز تو تھا لیکن یہ وقوعہ ناممکن سا نظر آتا تھا۔!

زیبو نے سوچا کیا داراب اُنھیں لایا ہے۔ اگر وہی لایا ہے تو مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ میک اپ کا شبہ ہو جانے کی بنا پر وہ آواز اور نقل و حرکت کے انداز کی شناخت کرانا چاہتا ہے۔

زیبو نے اپنی چال میں ہلکی سی لنگڑاہٹ پیدا کی اور اُن کے قریب سے گذرتی چلی گئی۔۔۔ اُنھوں نے اُسے بغور دیکھا تھا۔ لیکن وہ اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ اِس رویے کا اُن تینوں پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا: وہ آگے بڑھی تھیں اور اُس سے پوچھنے لگی تھیں کہ وہ کہاں سے آئی ہے۔۔۔

زیبو کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی وِرد کر رہی ہو۔ پھر اُس نے اِسی طرح آنکھیں نکال کر سر کو احتجاجی جنبش دی تھی جیسے وِرد کے دوران میں گفتگو کرنے پر مجبور کر کے وہ اُس پر زیادتی کر رہی ہوں۔۔۔ تینوں چُپ چاپ دُور جا بیٹھیں اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں۔۔۔ پھر اُٹھ کر باہر چلی گئی تھیں۔

اُدھر مردانہ حصے میں داراب اور اُس کے پانچوں ساتھی عمران کے گرد

منڈلا رہے تھے۔۔۔ اور وہ اُن سے اس درجہ لاتعلق نظر آ رہا تھا جیسے انہیں پہچانا تک نہ ہو۔!

کچھ دیر بعد داراب نے شائد کچھ کر گذرنے کی ٹھانی تھی اور اُس کے قریب پہونچکر بولا تھا: "کہاں سے آئے ہو بھائی۔"!

عمران نے اُونٹ کی طرح مُنہ اُٹھا کر "لی ای ای۔ ایل۔ یع" شروع کر دی۔

"اُوہو۔" داراب نے چہرے پر شرمندگی کے آثار پیدا کئے تھے اور دوسری طرف مُڑ گیا تھا۔!

عمران اور زیبو نے وہ رات وہیں گذاری تھی اور صبح ہونے پر داراب اور اُس کے ساتھی نہیں دکھائی دیے تھے۔ زیبو کی بستی کی تینوں عورتیں بھی چلی گئی تھیں دِن چڑھے وہ بھی واپسی کی تیاریاں کرنے لگے۔ زیارت گاہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر زیبو نے اُس جگہ کا تعین پہلے ہی کر لیا تھا جہاں اُنھیں دُوسرا میک اَپ کرنا تھا۔

وہ جگہ واپسی ہی کے راستے پر تھی لیکن عمران کے رویے میں کسی قدر ہچکچاہٹ پائی جاتی تھی۔!

"کیا بات ہے! اب کیا سوچ رہے ہو۔" زیبو نے پوچھا۔!

"میں اُس شخص داراب کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔"!

تب زیبو نے اُسے اپنی بستی کی اُن تینوں عورتوں کے بارے میں بتایا جن سے زنانہ قیام گاہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے کہا "وہ مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن میں نے موقع ہی نہیں دیا۔ چادر بچھا کر نفلیں پڑھنی شروع کر دی تھیں۔!"

"یہ دُوسری ہوئی۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "داراب سے پیچھا چھڑانا مشکل

ہو جائے گا! ان سیدھی سادھی عورتوں سے گفتگو نہ کر کے تم نے اچھا نہیں کیا! آواز میں معمولی سا بھاری پن پیدا کر کے تم انھیں مطمئن کر سکتی تھیں۔"!

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔"!

"داراب کو اس پر بھی یقین نہیں ہے کہ میں گونگا ہوں۔"!

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔"؟

"بس اندازہ ہے میرا۔"!

"پھر اب کیا ہوگا۔"!

"میرا خیال ہے کہ ہم ابھی یہیں رُکے رہیں! ذرا یہ تو بتاؤ۔۔ کیا وہ یہاں کوئی ہنگامہ برپا کرنے کی جرأت کر سکیں گے۔"!

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس سے مزار کی بے حرمتی ہوگی۔ جسے کوئی بھی نہیں برداشت کر سکتا۔"!

"میرا بھی یہی خیال تھا۔ اس لئے فی الحال یہ تمہارے لئے محفوظ ترین جگہ ہے۔"

"بہت دیر ہو رہی ہے! کہیں وہ بابا کو ختم ہی نہ کر دیں۔"!

"آخر انھیں تمہاری تلاش کیوں ہے۔"؟

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ داراب نے بابا سے میرا رشتہ مانگا تھا۔"!

"بات سمجھ میں نہیں آتی۔"!

"خان اگر کسی گھرانے کے ایک آدمی سے ناراض ہوتا ہے تو اُس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اُس کے متعلقین میں سے کوئی بھی نہ بچے۔"!

"پھر رشتے کا کیا ہوگا۔"!

"یہی تو الجھن ہے۔"!

"کہو تو میں بات کروں داراب سے۔"؟

"کیا کہہ رہے ہو۔"! وہ آنکھیں نکال کر بولی "بات سمجھا کرو۔۔۔ میں

کہہ رہی تھی اگر داراب یہی چاہتا ہے تو اُسے میری حفاظت کرنی چاہیئے نہ کہ میری بھی گرفتاری کے درپے ہے۔"!

"معلوم نہیں وہ کیا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے اسی لئے تمہاری تلاش میں ہو کہ تمہیں کہیں چھپا دے۔ تاکہ خان کی دستبرد سے بچ سکو۔"!

"خدا جانے۔۔ بس اب کوئی ایسی تدبیر کرو کہ کہکشاں تک پہونچ سکیں۔"!

"احتیاط ضروری ہے۔ اگر اس علاقے میں پہلے کبھی آنا ہوا ہوتا تو تمہیں اتنی پریشانی نہ ہوتی۔"!

عمران اُسے زنانہ اقامت گاہ کی طرف بھیج کر خود نکل کھڑا ہوا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ داراب اور اُس کے ساتھی کہیں آس پاس ہی موجود ہیں۔!

ٹہلنے کے سے انداز میں چلتا ہوا وہ اُس طرف جا رہا تھا جہاں اپنا کچھ سامان زیارت گاہ تک پہونچنے سے قبل چھپا دیا تھا اور وہیں دوسرا میک اَپ کرنے کی بھی تجویز ہوئی تھی۔ پچھلی رات نیند پوری نہیں ہوئی تھی اس لئے ذہن کچھ بوجھل سا ہو رہا تھا ورنہ شائد اس حد تک بے خبری طاری نہ ہوتی کہ کوئی اپنا کام کر جاتا۔

جیسے ہی دو چٹانوں کے درمیان سے گذر کر آگے بڑھنا چاہا تھا۔ سر کے پچھلے حصے پر قیامت ٹوٹی تھی۔۔ جھونجھل میں منہ کے بل نیچے چلا آیا۔۔ پھر دوبارہ اُٹھنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ بیک وقت کئی آدمی چھاپ بیٹھے تھے۔ ایک بار اور ضرب لگائی گئی تھی سر پر۔۔۔ اور وہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔!

زینو بے چینی سے اُس کی منتظر تھی۔۔ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا! کئی بار مردانہ اقامت گاہ کی طرف گئی تھی لیکن وہ دِکھائی نہیں دیا تھا۔! اُلجھن بڑھتی رہی۔۔۔

دوپہر کے کھانے کیلئے لنگر خانے میں پہونچی تھی۔ جہاں ایک عورت نے اُس کے۔ شوہر۔ کی خیریت پوچھی۔

"اُسے ہوش آیا کہ ابھی تک بیہوش ہے۔"!

"نہ جانے کیا کہہ رہی ہو۔"! زینو اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"ارے تو تمہیں پتا ہی نہیں۔"! عورت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"خدا کے لئے جلدی بتاؤ، کیا بات ہے! میں دیر سے اُسے ڈھونڈھ رہی ہوں نہ جانے کدھر نِکل گیا۔"

"ارے وہ زخمی بھی تھا اور بیہوش بھی، کوئی دو گھڑی کی بات ہے! وہ لوگ اُسے جرّاح کے حُجرے میں لے گئے ہیں۔"!

"کدھر ہے جرّاح کا حُجرہ۔۔۔ مجھے وہاں لے چلو۔۔"!

اور پھر وہ کھانا کھائے بغیر اُس عورت کے ساتھ نِکل کھڑی ہوئی تھی!

"وہ لوگ کون تھے جو اُسے لے گئے ہیں۔"! زینو نے پوچھا۔

"میں اُنھیں نہیں جانتی۔۔۔ تمہاری ہی طرح میں بھی زیارت کو آئی ہوں۔ میں نے سُنا تھا جرّاح کے حُجرے میں لے گئے ہیں۔ جرّاح کا حُجرہ بھی نہیں جانتی! کسی سے پُوچھ لیں گے۔"!

جرّاح کے حُجرے تک پہونچنا مشکل نہیں تھا۔ بستی کی مشہور جگہ تھی! اور پھر جب وہ اندر پہونچی تو بے خبری میں وہی عورت اُس پر ٹوٹ پڑی۔ کسی جانب سے تین عورتیں اور بھی برآمد ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اُسے باندھ کر ایک طرف ڈال دیا۔!

"آخر تم لوگ چاہتی کیا ہو۔"! وہ حلق پھاڑ کر چیخی تھی لیکن وہ کوئی جواب دیئے بغیر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

زینو اُسی طرح بندھی پڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے شور مچانا شروع کیا تھا! اور دو عورتیں پھر اندر آئی تھیں اور اُس کے مُنہ میں حلق تک کپڑا ٹھونس دیا تھا۔۔ پھر اُس پر بھی غشی طاری ہو گئی تھی۔!

دوبارہ ہوش آنے پر اُس نے محسوس کیا تھا کہ وہ جِسمانی طور پر آزاد ہے! مُنہ میں ٹھونسا جانے والا کپڑا بھی نِکال لیا گیا تھا۔۔ لیکن اِس قدر اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سُجھائی دیتا تھا۔۔۔! وہ اُٹھ بیٹھی اور بیٹھے ہی بیٹھے ایک جانب کِھسکنے لگی۔۔۔ فرش ہموار تھا!۔۔ جیسے کِسی کرے کا فرش ہو۔ لیکن وہ تاریکی۔۔۔ عجیب تھی۔۔۔ دفعتہً وہ چونک پڑی تھی۔۔ کہیں بینائی ہی تو نہیں کھو بیٹھی۔۔۔!

پھر دیر تک آنکھیں مَل مَل کر اندھیرے میں گھورتی رہی تھی۔۔!

"ارے کوئی ہے آس پاس۔"! دفعتہً وہ زور سے چیخی تھی۔۔!

"کک۔۔ کون ہے۔۔۔"! کسی جانب سے مردانہ آواز آئی تھی۔۔۔!

"یہ کونسی جگہ ہے۔۔۔"! زینو نے چیخ کر پوچھا۔

"خداوندا۔۔۔ میری بچی۔۔۔ کیا تو ہے۔۔۔ زینو۔۔۔"! کراہتی ہوئی سی آواز آئی۔۔!

"بابا۔۔"! زینو کی آواز اِس بار حلق میں گھُٹ کر رہ گئی تھی۔

"تو۔۔۔ زخمی۔۔۔ ہے کیا میری بچی۔۔۔"!

"نہیں بابا۔۔۔ تم کس حال میں ہو۔۔۔"!

"خدا کرے یہ اندھیرا کبھی نہ دُور ہو۔۔"!

"کیا کہہ رہے ہو بابا۔۔"!

"میرا حال تجھ سے نہ دیکھا جاسکے گا۔"!

"تم کدھر ہو... ! میں آرہی ہوں..."!

"نہیں... ہرگز نہیں... جہاں ہے وہیں ٹھہر!... ظالموں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ کوئی خانہ خالی نہ چھوڑیں گے... شاید میری آنکھوں کے سامنے تجھے بھی اذیت دیں گے۔ اے اللہ مجھے ثابت قدم رکھیو۔"!

"تو کیا سچ مچ غداری کے مرتکب ہوئے ہو بابا!"

"ہرگز نہیں... ہرگز نہیں..."!

"تو پھر... خدارا مجھے بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے۔"!

"میں نہیں جانتا! کچھ نہیں جانتا..."!

"پھر کس معاملے میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگ رہے تھے۔"!

"رحم کی بھیک کسی آدمی سے نہیں مانگوں گا۔ تو جانتی ہے کہ میرا پردادا قزاتوغا کا حکمران تھا! فرنگیوں سے ٹکرایا اور شہید ہوگیا! پھر سرداری موجودہ خان کے اجداد کی طرف منتقل ہوگئی!... لیکن میں نے کبھی موجودہ خان کے خلاف کبھی کوئی بُرا خیال اپنے دل میں نہیں رکھا۔ خدا شاہد ہے کہ میں اُسکا وفادار رہا ہوں! لیکن اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ میں کسی حقیر آدمی کی طرح اُس کے سامنے گڑگڑاؤں گا۔ اُس کا ملازم تھا! اپنی محنت کا معاوضہ لیتا تھا۔ زرخرید غلام تو نہیں ہوں۔"!

"آخر کس بنا پہ غداری کا الزام لگایا گیا ہے۔"!

"میں کچھ نہیں جانتا! خاموش رہو... خاموش رہو..."!

"مجھے اپنے قریب آنے دو بابا۔"!

"کیا تو میرا کہنا نہیں مانے گی! میں کہتا ہوں مجھ سے دور رہ!"

"تمہیں سن کر خوشی ہوگی کہ میں آسانی سے اُن کے ہاتھ نہیں آئی۔ مجھے دھوکے

سے پکڑا گیا ہے۔"! زینو نے کہا اور اپنی روداد دہرانے لگی... خاموش ہوئی تو جابر خان کی آواز آئی! "شاباش! تو نے اجداد کا نام روشن کردیا! اب دیکھنا ہے کہ آگے کیا ہوتا ہے... مگر وہ آدمی کون تھا"!

"میں نہیں جانتی! آنکھ بند کرکے میرے ساتھ اِس آگ میں آکودا تھا۔ خدا جانے اُسکا کیا حشر ہوا"۔

"اب حالات اور پیچیدہ ہوجائیں گے۔"!

"میں نہیں سمجھی بابا۔"!

"کچھ نہیں۔ صبر سے کام لو اور خدا سے دعا کرو۔"!

"کس بات کی دعا بابا۔"!

"میں کچھ نہیں جانتا... خاموش رہو۔"!

عمران کے سر میں کئی جگہ ورم تھا! اور وہ مسلسل اُن جگہوں کو سہلائے جارہا تھا! اور اس کا اندازہ تو ہوش میں آتے ہی ہوگیا تھا کہ میک اپ صاف کردیا گیا ہے...!

ہر چند کہ اُس نے سر گھما کر دیکھا نہیں تھا۔ لیکن ہوش میں آتے ہی احساس ہوگیا تھا کہ وہ کمرے میں تنہا نہیں ہے۔ کوئی اور بھی موجود ہے...!

اُس نے طویل سانس لی تھی اور عجیب سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ میں گونگا نہیں ہوں۔"!

"شاباش! اب تو یہی کہو گے۔"! بائیں جانب سے آواز آئی۔

یہ داراب کی آواز تھی۔ عمران نے فوراً ہی پہچان لیا۔۔۔

"لیکن میں کہاں ہوں۔۔۔ اور تم کون ہو۔"!

"اُٹھو۔۔۔ اُٹھ بیٹھو۔۔۔"! داراب غرّایا۔

بڑی پھرتی سے وہ اُٹھ بیٹھا تھا اور داراب کی طرف گھورتا ہوا بولا تھا۔

"اچھا تو تم ہو۔۔۔"!

"لیکن تم کون ہو۔"!

"ایک شعبدہ باز۔۔۔ اور اُس نامعقول لڑکی کے بہکانے میں آگیا تھا۔"!

"جھوٹ مت بولو۔۔۔ تم حکومت کے جاسوس ہو۔"!

"بڑی خوشی ہوئی اس اطلاع پر۔۔۔"! عمران چہک کر بولا۔

"بکواس مت کرو۔ اگر تم نے اپنے بارے میں صحیح معلومات فراہم نہ کیں تو بڑی اذیت دیکر ہلاک کیے جاؤ گے۔"!

"پہلے تم بتاؤ کہ میں کہاں ہوں۔"!

"کہاں ہونا چاہیے۔"!

"اگر لڑکی سچ کہہ رہی تھی تو یہ خان قتزاقوغا کا محل ہی ہو سکتا ہے۔"!

"تمہارا خیال درُست ہے۔"!

"چلو کسی طرح بھی ہوا۔۔۔ میری خواہش پوری ہوگئی۔"!

"کھل کر بات کرو۔"! داراب دھاڑا۔

"اُس نے اپنی رام کہانی سُنائی تھی۔ اور میں اُسکا ساتھ دینے پر اس لئے آمادہ ہو گیا تھا کہ قتزاقوغا تک پہنچنا چاہتا تھا۔! ویسے تو رسائی ممکن نہ ہوتی کیونکہ پہلے ہی سُن رکھا تھا کہ اجنبیوں کو قزاقوغا میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ سوچا تھا کسی موقع پر اُس بیحد چالاک لڑکی کو قابو میں کر دوں گا اور لے کر خان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"!

"مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ تمہاری گاڑی پر میں نے فوج کا نشان دیکھا تھا۔"!

"ہر طرح کے نشان موجود ہیں میرے پاس! لڑکی نے کہا تھا کہ فوجیوں سے یہاں کوئی باز پرس نہیں ہوتی۔ لہٰذا میں نے فوج کا نشان لگا دیا تھا۔۔۔ بہر حال مجھے اُس کے ساتھ پہلے بھٹکنا تھا پھر۔۔۔ قابو میں کر کے خان کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ یہ اُسی کی تجویز تھی کہ میں گونگا بن جاؤں۔۔ پھر چند بھیڑیں خریدی جائیں اور ہم چرواہوں کی طرح قزاقوغا میں داخل ہوں۔۔"!

"تمہیں کہاں اور کیسے ملی تھی۔۔"! داراب نے سوال کیا۔

عمران نے مُلاقات کا واقعہ دُہراتے ہوئے کہا۔" وہ دراصل میرے اُس شعبدے سے متاثر ہوگئی تھی۔"!

"میں یقین نہیں کر سکتا! بڑی اچھی نشانہ باز ہے! تم جھوٹے ہو۔"؟

عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔" نشانہ تو تمہارا بھی بہت اچھا ہوگا۔ خود امتحان کر لو۔۔۔ حالانکہ اسوقت۔۔"!

وہ اپنے سر پہ ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔۔ لیکن آنکھوں میں چیلنج بدستور موجود تھا

"یہ بھی دیکھ لیا جائے گا۔۔ پہلے تمہاری اِس بکواس سے خان کو مطلع کر دوں"!

داراب نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

عمران بیٹھا طرح طرح کے مُنہ بناتا رہا۔ روشندان سے اندر دُھوپ آ رہی تھی اور کمرہ پُوری طرح روشن تھا۔!

کچھ دیر بعد داراب واپس آیا۔۔۔ اُس کی آنکھوں میں طنزیہ سی چمک لہرا رہی تھی اور پھر طنزیہ ہی انداز میں وہ بولا تھا" تھوڑی دیر بعد تمہاری یہ خواہش بھی پُوری ہو جائے گی کہ خان کی خدمت میں اپنا شعبدہ پیش کر سکو۔"!

"خدا کا شکر ہے"! عمران سر ہلا کر بولا۔" شائد اس طرح میں اپنی بات

کا یقین دلا سکوں۔“!

”اس دربار میں صفائی کا پورا پورا موقع دیا جاتا ہے۔“!

”کیا تم داراب ہو۔“!

”تم کیا جانو۔“!

”وہ تمہارا ذکر بڑے پیار سے کرتی تھی۔ لیکن جب خود تمہیں ہی اپنی تلاش میں سرگرداں دیکھا تو اس کا دل ٹوٹ گیا۔“!

داراب نے اس طرح ہونٹ بھینچ لئے جیسے کسی جذبے کو دبانے کی کوشش کر رہا ہو۔“!

”کہہ رہی تھی کہ داراب اس علاقے کا سب سے زیادہ طاقتور اور دلیر آدمی ہے! لیکن مجھے حیرت ہے کہ اس نے دھوکے سے میرے بابا پر ہاتھ کیسے ڈالا۔“!

”نمکخوار ایسے ہی ہوتے ہیں۔ خان کے حکم کی تعمیل میں اپنی گردن اپنے ہاتھ ہی سے کاٹ سکتا ہوں۔“!

”مگر وہ۔ ایک معصوم سا دل۔۔۔ جو ٹوٹ گیا۔“؟ عمران کراہا تھا۔

”خاموش رہو۔! ابھی تم پیش کر دیئے جاؤ گے۔“! کہہ کر داراب مڑا تھا اور کمرے سے نکل گیا تھا۔ دروازہ باہر سے بولٹ ہونے کی آواز آئی تھی۔!

عمران سر ہلا کر مسکرا دیا۔ اُسکی دانست میں تیر نشانے پر بیٹھا تھا۔ سر کے گومڑے ٹٹول ٹٹول کر سسکاریاں لیتا رہا۔

آدھ گھنٹے بعد ایک بہت بڑے ہال میں لے جایا گیا تھا جہاں سامنے ہی زرنگار کرسی پر خان قزاتوغا بیٹھا نظر آیا۔!

عمران جھک کر آداب بجا لایا تھا۔!

”تم ہمارے حضور کیوں حاضر ہونا چاہتے تھے۔“! اُس نے عمران کو دیکھتے ہی

سوال کیا۔!

”اپنے شعبدے خدمتِ عالی میں پیش کر کے انعام کا مستحق بننا چاہتا تھا عالیجاہ۔“!

”اور تمہارا پورا بیان حقیقت پر مبنی ہے۔“!

”یقیناً عالیجاہ۔ میں رقعہ لکھ کر اپنی گاڑی بھی طلب کر سکتا ہوں میرا حبشی مددگار جو کالے جادو کا ماہر بھی ہے گاڑی سمیت حاضر ہو جائے گا اور یہ ناچیز ثابت کر سکے گا کہ حسبِ ضرورت اُسکے نشانات بدلے بھی جا سکتے ہیں۔“!

”یہ بعد میں دیکھیں گے۔ پہلے تم اپنا وہ شعبدہ پیش کرو۔۔ جس کے بارے میں تم نے داراب کو بتایا تھا۔“!

”عاجز تیار ہے عالیجاہ۔“!

”داراب! تم فائر کرو گے۔“!

”جو حکم عالیجاہ۔“! داراب ہولسٹر سے ریوالور نکالتا ہوا بولا۔

”تم اپنی مرضی سے جہاں چاہو کھڑے ہو جاؤ۔“! خان نے عمران سے کہا۔

”جہاں اور جس طرح عالیجاہ ارشاد فرمائیں۔۔۔ شعبدہ باز ایسے حالات میں تماشائی کی مرضی کا پابند ہوتا ہے۔“!

خان کی آنکھوں میں پل بھر کیلئے حیرت کے آثار نظر آئے تھے اور پھر وہ معمول پر آ گیا تھا۔!

”اچھی بات ہے۔ اُس طرف کھڑے ہو جاؤ۔“! خان نے ایک جانب اشارہ کر کے کہا۔ ”ہاں! فاصلہ کتنا ہونا چاہیئے۔“!

”کم از کم چھ گز عالیجاہ۔“!

”ہماری طرف سے آٹھ گز۔“! خان نے داراب کی طرف دیکھ کر کہا۔!

"بہت بہتر عالیجاہ۔" داراب نے کہا اور پوزیشن لے لی... پھر اُس نے عمران کو ہوشیار کر کے فائر کر دیا تھا! اسکے بعد نہ اُس کی اُنگلی ٹریگر سے ہٹی تھی اور نہ عمران کے پیر زمین سے لگتے ہوئے معلوم ہوئے تھے۔ ریوالور خالی ہو گیا... اور عمران نے جھک کر خان کو تعظیم دی... وہ حیرت سے منہ کھولے بیٹھا ہوا تھا اور داراب کا تو یہ عالم تھا جیسے کوئی سرِ بازار چپت رسید کر کے نو دو گیارہ ہو گیا ہو۔

"کمال ہے۔ واقعی کمال ہے..."! خان بالآخر بولا تھا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ سر جھکائے کھڑا رہا۔ داراب کے چہرے پر بدستور ہوائیاں اُڑتی رہیں۔ بالآخر خان نے کہا "یہ تو ہم نے دیکھ لیا کہ تم داراب کی گولیوں سے کیسے بچے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم بھی کوشش کر دیکھیں۔"!

"خادم حاضر ہے عالیجاہ۔"! عمران نے بڑے ادب سے کہا۔

"ہمارا ریوالور پیش کیا جائے۔"! خان نے داراب کی طرف دیکھ کر کہا۔

وہ تعظیم دے کر باہر چلا گیا تھا۔"!

"کیا صرف یہی تمہارا ذریعہ معاش ہے۔"!

"عالیجاہ! بس اسی پر گذارہ ہے۔"!

"اگر تم ہمارے ہاتھ سے بچ گئے تو منہ مانگا انعام دیں گے اور تمہارے اُس بیان پر یقین کریں گے کہ تم لڑکی کو ہمارے حضور پیش کرنا چاہتے تھے۔"!

"حکم کی تعمیل ہوگی عالیجاہ۔"!

کچھ دیر بعد خان اُس کے مقابل کھڑا نظر آیا۔ ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔!

"تمہاری موت کی ذمہ داری ہم پر نہ ہوگی۔ تم اپنی مرضی کے مختار ہو۔"!

"اپنا خون مُعاف کیا عالیجاہ۔"!

"اچھا تو یہ لو۔"! اُس نے فائر کر دیا... عمران نے پھرتی سے اپنے جسم کو

موڑا تھا۔ خان نے داراب کی طرح تابڑ توڑ فائر نہیں کیے تھے بلکہ وقفہ رکھا تھا! اس کے باوجود بھی وہی ہوا جو پہلے ہو چکا تھا۔!

عمران ایک بار پھر خم ہوا۔ لیکن خان اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ خالی ریوالور کو اِس طرح گھورے جا رہا تھا جیسے سارا قصور اُسی کا ہو۔

پھر اُس نے داراب کی طرف دیکھا تھا جو عمران کو گھور رہا تھا!

"ہم نے اِس کی بات پر یقین کیا۔"! بالآخر خان نے کہا تھا۔ اور زرنگار کرسی کی طرف واپس چلا گیا تھا۔!

عمران ہاتھ باندھے اور سر جھکائے کھڑا رہا۔!

"اِسے مہمان خانے میں لے جاؤ داراب... اور اس سے رقعہ لکھوا کر گاڑی بھی یہیں لے آؤ۔"! خان نے کہا۔

داراب نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ عمران کو وہاں سے لے چلا تھا۔ داراب اُسکے برتاؤ میں بھی سختی باقی نہیں رہی تھی۔!

وہ اُسے ایک بہتر طور پر آراستہ کیے ہوئے کمرے میں لایا تھا...

"تمہیں یہاں قیام کرنا ہے۔ ضرورت کی ہر چیز خادم سے طلب کر سکو گے جو ہر وقت کمرے کے باہر موجود رہے گا۔"!

"شکریہ داراب خان۔"! عمران بولا۔

داراب چند لمحے کھڑا رہا پھر بیٹھ گیا تھا! عمران نے محسوس کیا کہ وہ مزید گفتگو کرنا چاہتا ہے۔!

"کیا تمہیں مجھ سے کوئی خاص شکایت ہے داراب خان"! اُس نے پوچھا۔

"ن... نہیں! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اُس نے میرے بارے میں اور کیا کہا تھا"!

"اب اُسے بھول جاؤ... تم نے سب کچھ تباہ کر دیا۔ وہ بہت اچھی لڑکی

ہے۔ اگر تمہارے حصّے میں آتی تو ہمیشہ خوش رہتے۔“!

„مجھے دونوں سے ہمدردی ہے۔ لیکن خان کا حکم۔“!

„بہرحال اَب تم اُسے مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔“!

„میں سمجھتا ہوں! لیکن اگر تم چاہو تو اُسکا دِل میری طرف سے صاف ہو سکتا ہے۔“!

„وہ کِس طرح داراب خان۔“!

„تم اُسے یقین دِلا سکو گے کہ اُسکی گرفتاری میں میرا ہاتھ نہیں تھا۔“!

„میں اُسے کِس طرح یقین دلاؤں گا۔۔۔ وہ ہے کہاں۔“!

„وعدہ کرو کہ تم ایسا کرو گے۔“!

„اپنی بساط بھر کوشش کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔“!

„لیکن یہ بات بھی واضح کردوں کہ اُس کے باپ کو نہیں بچا سکتا۔ میرے بس سے باہر ہے۔ اُس نے غدّاری کی تھی اور غدّاری کی سزا یہاں صرف مَوت ہے۔“!

„میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مجھے اِن معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ لڑکی کا ساتھ دینے پر بھی اِس لئے آمادہ ہو گیا تھا کہ خان قزاقو غا تک رسائی ہو جائے۔“!

„میں سمجھتا ہوں۔۔۔ لیکن تمہیں میرا یہ کام ضرور کرنا پڑے گا۔“!

„میں نے کب انکار کیا ہے! داراب خان۔“!

„شکریہ! اب اپنے ملازم کے لئے رقعہ لکھ دو۔۔۔ خان کے حکم کے بموجب اُسے گاڑی سمیت یہاں لانا ہے۔“!

رقعہ لے کر وہ چلا گیا تھا! اور عمران آئندہ اقدامات کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔!

شام تک جوزف بھی پہونچ گیا تھا۔ خان نے گاڑی دیکھی تھی اور عمران کے اِس بیان سے مطمئن ہو گیا تھا کہ اُس پر کِسی قسم کے نشانات استعمال کئے جا سکتے تھے۔۔۔ اور پھر اُس نے مزید شعبدوں کی فرمائش کی تھی۔

„عالیجاہ! صرف دو دِن کی مہلت دیجئے تا کہ ہم کئی نئے کھیل تیار کر سکیں۔“!

خان نے عرضداشت قبول کی تھی۔ اور عمران جوزف سمیت مہمان خانے میں واپس آ گیا تھا۔!

جوزف نے لڑکی کے بارے میں پوچھا تھا۔ اور عمران نے اُسے اب تک کی کہانی سُنائی تھی۔

„لیکن باس! یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی! یہ عمارت تو قرونِ وسطیٰ کے قلعوں جیسی ہے۔“! جوزف نے کہا۔

„فکر مت کرو۔ دیکھا جائے گا۔ بس یہاں ذرا پینے پلانے کے معاملے میں محتاط رہنا۔“! یہ لوگ شراب نہیں پیتے۔۔۔ اور شائد اِسے پسند بھی نہ کریں کہ یہاں شراب پی جائے۔ چھُپا کر گاڑی سے نکال لایا۔ اور یہاں کہیں چھُپا دینا۔“!

„میں احتیاط برتوں گا باس۔“!

رات گئے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی اور عمران نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تھا! داراب خان جلدی سے کمرے میں داخل ہوا تھا اور دروازہ بند کر کے آہستہ سے بولا تھا۔ „کیا تم تیار ہو۔“!

„تمہارا ہی منتظر تھا۔“! عمران نے کہا۔ وہ کمرے میں اِس وقت تنہا تھا۔ جوزف کے سونے کا انتظام دوسرے کمرے میں کیا گیا تھا۔ یہ داراب ہی کی تجویز تھی۔!

„سُنو! اُسے یقین دلا دینا کہ اگر داراب کی حکمتِ عملی کو دخل نہ ہوتا تو

وہ اپنے باپ کو زندہ نہ دیکھ سکتی اور بات صرف دو اُنگلیوں ہی پر نہ ٹل جاتی۔۔"!

"میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں داراب خان۔۔۔"!

"اب چُپ چاپ میرے ساتھ چلے آؤ۔۔ ایک گھنٹے بعد میں تمہیں پھر یہیں پہونچا جاؤں گا۔۔"! داراب نے کہا۔

قریباً دس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد داراب ایک کمرے میں داخل ہوا تھا

"ٹارچ لائے ہو۔۔"! اُس نے پوچھا۔

"ہاں موجود ہے۔۔"!

"اچھی بات ہے۔۔ نیچے تاریکی ہی تاریکی ہے! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔۔۔ تہہ خانے کی سیڑھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ ملے گا! وہ صرف سیڑھیوں ہی کی طرف سے کھولا جا سکتا ہے۔۔ اندر سے نہیں! تمہارے داخل ہو جانے پر خود بخود بند ہو جائے گا۔۔ اور پھر میں ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد نیچے آکر دروازہ کھولوں گا۔ تم دروازے کے قریب ہی موجود رہنا۔۔"!

"میں نے پوری طرح ذہن نشین کر لیا ہے" عمران بولا۔

داراب نے ایک گوشے سے قالین اُلٹ دیا۔۔۔ اُسی جگہ تہہ خانے میں داخل ہونے کا راستہ تھا۔!

عمران حسبِ ہدایت نیچے اُترا۔ اور سیڑھیوں کے اختتام پر بند دروازے کو کھولنے کے لئے ہینڈل گھمایا۔ دروازہ بے آواز کھلا تھا اور اُس کے گذرتے ہی پھر بند ہو گیا تھا۔۔۔

گہری تاریکی تھی چاروں طرف اُس نے ٹارچ روشن کی اور اطراف میں روشنی ڈالنے لگا! پھر روشنی کا دائرہ زیبو پر ٹھہرا تھا جو گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی

شائد بے خبر سو رہی تھی۔!

قریب پہونچکر عمران نے اُسے آوازیں دیں اور وہ اُچھل پڑی۔

"گگ۔ کون ہے۔"!

"عمران۔"!

"اوہ۔" وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور بیساختہ پوچھا "عمران! تت۔۔۔ تم کہاں تھے۔"!

"قید میں۔ لیکن اب میں آزاد ہوں! بیٹھ جاؤ اور جو کچھ کہوں اُسے سکون سے سُنو۔"!

"اُنھوں نے بابا کی دو اُنگلیاں کاٹ دی ہیں۔"! وہ بلبلا اُٹھی۔

"مجھے علم ہے۔ لیکن خود کو قابو میں رکھو۔۔ دو اُنگلیاں جان سے زیادہ عزیز نہ ہونی چاہئیں۔"!

وہ بیٹھ گئی تھی اور عمران آہستہ آہستہ وہ سب کچھ سُنانے لگا تھا جو اُس پر گذری تھی۔ اپنی اُس حکمتِ عملی کا بھی ذکر کیا جس کی بنا پر تہہ خانے تک رسائی ممکن ہوئی تھی۔

"بابا کی خاطر سب کچھ گوارا کر لوں گی۔ ورنہ تمہارے اِس جھوٹ کو کبھی مُعاف نہ کرتی۔"!

"جہاں چالاکی سے کام نکل سکے وہاں دلیری کا مظاہرہ کرنا میری دانست میں بدترین حماقت ہوگی۔"!

"میں سمجھتی ہوں۔"!

"تمہارا تحفظ میری ذمہ داری ہے! اِس میں فرق نہیں پڑے گا"!

"مجھے یقین ہے عمران۔۔ تم دیوانگی کی حد تک اپنے وعدے کا پاس کرنے والوں میں سے ہو۔ اگر زندہ رہی تو تمہیں کبھی نہ بھلا سکوں گی۔"!

"اور اب مجھے اپنے بابا کے پاس لے چلو۔۔ وقت بہت کم ہے۔۔"!

"بڑی دُشواری سے اُنھوں نے مجھے اپنے قریب آنے دیا تھا۔ لیکن وہ مجھ تک نہیں آسکتے۔۔۔ چلو تم خود دیکھ لو کہ وہ کیسی اذیت میں مبتلا ہیں۔ اُن کی جگہ میں ہوتی تو میرا دم گھُٹ جاتا۔ ایک دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکتی"!

"اب تو تمہیں معلوم ہی ہو گیا ہوگا کہ اُن سے کونسا جرم سرزد ہوا ہے"!

"نہیں۔۔۔ بس یہی سمجھتے ہیں کہ مجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جس پر مجھے ضمیر کی ملامت کا سامنا کرنا پڑے۔۔"!

"اچھا۔ اچھا۔۔ چلو اب دیر نہ کرو۔۔۔ اور تم مجھے اُن تک پہونچا کر واپس آجاؤ گی۔ کیا یہاں اندھیرا ہی رہتا ہے۔۔"!

"دِن کو کہیں سے تھوڑی سی روشنی آتی ہے! رات اندھیرے ہی میں بسر ہوتی ہے۔۔"! زینو نے کہا اور پھر وہ اُسے اُس جگہ لے گئی تھی جہاں اُسکا باپ تھا۔!

عمران نے ٹارچ روشن کی تھی اور پھر اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ دو فٹ چوڑی اور چار فٹ لمبی کوٹھری تھی۔ جہاں وہ گٹھری سا بنا ہوا پڑا تھا۔ اسی میں ایک کنارے غلاظت کا ڈھیر بھی نظر آیا۔ بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ شائد کئی دِنوں سے وہ سلاخوں دار دروازہ نہیں کھولا گیا تھا۔۔۔

زینو نے آہستہ آہستہ اُسے آوازیں دی تھیں۔۔۔

"تو پھر آگئی۔۔"! جابر خان کراہتا ہوا اُٹھ بیٹھا۔!

"وہ تم سے ملنے آیا ہے جس نے میری مدد کی تھی۔۔"!

"کہاں ہے۔! میں اُس کا چہرہ کیسے دیکھوں۔۔"!

عمران نے ٹارچ روشن کی تھی۔۔۔ اور جابر خان اُسے غور سے دیکھتا رہا! پھر بولا "بیشک یہ خان قزاقوغا کا نمک خوار نہیں معلوم ہوتا۔۔"!

"اب تم واپس جاؤ۔۔" عمران نے زینو سے کہا "میں تمہارے بابا سے کچھ ضروری باتیں کروں گا۔۔"!

"کتنا تو اندھیرا ہے! میں کیسے واپس جاؤں گی۔۔"!

"یہ ٹارچ لیتی جاؤ۔۔۔ میں نے راستہ سمجھ لیا ہے! تم تک اندھیرے ہی میں پہونچ جاؤں گا۔۔"!

وہ اُس سے ٹارچ لے کر چلی گئی تھی۔ اور عمران آہستہ سے بولا تھا۔ "جابر خان!۔۔۔ میں سرکاری جاسوس ہوں! خان قزاقوغا کے بارے میں چھان بین کرنے آیا تھا۔ اتفاق سے تمہاری بیٹی سے ملاقات ہو گئی۔ بہرحال کل رات تک میں بھی قیدی تھا آج صبح سے آزاد ہوں۔۔"!

ایک بار پھر اُسے پوری کہانی دہرانی پڑی تھی! اندھیرے میں وہ جابر خان کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکا تھا! لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ ابتک دُوسروں سے جو کچھ چھپاتا رہا ہے اُس پر ضرور ظاہر کر دے گا۔

پُوری داستان سُن لینے کے بعد جابر نے کہا۔ "مجھے یقین ہے! تمہارے بیان سے صداقت کی بو آتی ہے۔ خُدا کا شکر ہے کہ مجھے ایک ایسا آدمی مل گیا ہے جسے میں سب کچھ بتا سکوں گا۔ خان قزاقوغا۔۔۔ مُلک و قوم کا غدار ہے۔۔۔! وہ مجھ سے جس چیز کا مطالبہ کر رہا ہے۔۔۔ اس وقت بھی میرے پاس موجود ہے۔۔۔! میں اُس کا مال لیکر سرحد کے پار جاتا ہوں۔"

"اسمگلنگ۔۔"!

"کسی حد تک۔۔ ورنہ کیمیائی کھاد برآمد کرنے کا اجازت نامہ خان کے پاس ہے! اور میں اس طرف اسمگلنگ کو اس لئے جائز سمجھتا ہوں کہ بعض علاقوں میں اعلانیہ اسمگلنگ کا مال آتا ہے اور فروخت ہوتا ہے۔ حکومت اُس کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھاتی۔۔۔ لیکن میں اِسے برداشت

نہیں کر سکتا کہ ملک کے راز غیروں تک پہونچائے جائیں۔ پچھلی بار جب میں مال لے کر جا رہا تھا تو ایک ٹرک سے کچھ پیٹیاں گر کر ٹوٹ گئی تھیں۔ مال بکھر گیا تھا جسے سمیٹتے وقت ایک مہر بند لفافہ ہاتھ لگا۔ میرا ماتھا ٹھنکا تھا اور میں نے وہ لفافہ پھر پیٹی میں نہیں رکھا تھا! بہر حال، اُس لفافے کو کھولنے کے بعد خان کی غداری مجھ پر عیاں ہو گئی تھی... اُس نے بعض فوجی ٹھکانوں کے کچھ نقشے کسی کو بھیجے تھے.. اور اُس کے ہاتھ کی ایک تحریر بھی اُن کے ساتھ تھی.. جسے وہ لفافہ بھیجا گیا تھا اُس تک پہونچنے کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکا! شاید اُس نے کسی طرح خان سے رابطہ قائم کر کے عدمِ وصولی کی اطلاع دی ہو گی۔ اُس کے بعد ہی سے یہ قصہ شروع ہوا تھا۔"!

"تو وہ نقشے اِس وقت بھی تمہارے پاس موجود ہیں۔"!

"ہاں.. لیکن خُدا کا شکر ہے کہ اپنی دو اُنگلیاں کٹوانے کے بعد ثابت قدم رہا۔"!

"میں تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں جابر خان۔"!

"نہیں میرے بچے! اس میں عظمت کی کوئی بات نہیں۔"! "خدا کی طرف سے جس فرض کی ادائیگی مجھ پر واجب و لازم کی گئی تھی اُس سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی تھی میں نے.. اور اب میں اُس سے سُبکدوش ہوتا ہوں.. اپنا ہاتھ اِدھر سلاخوں پر رکھ دو۔"!

پھر جابر خان کے حلق سے کچھ ایسی آوازیں نکلی تھیں جیسے اُبکائیاں لے رہا ہو.. ٹٹول کر عمران کا ہاتھ پکڑا تھا اور اُس میں کسی دھات کی پتلی سی سلائی تھماتا ہوا بولا تھا۔ "اِس پلان میں وہ سب کچھ موجود ہے جسے اِس غدار کے خلاف استعمال کیا جا سکے گا۔"!

"بہت گہرے معلوم ہوتے ہو جابر خان۔"! عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نے یہ فن ایک چینی سے سیکھا تھا! ہفتوں اِس نلکی کو نگلے رہ سکتا ہوں! سانس کی نالی میں جگہ بنائی ہے.. پلان رکھنے کی۔"!

"بس اَب تم مطمئن رہو..! میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔"! عمران نے کہا "ہاں یہ بتاؤ کہ تم پر تشدد کرنے والے کن اوقات میں یہاں آتے ہیں۔"!

"آج تو کوئی سرے سے آیا ہی نہیں! ایک ہفتے کے لئے پانی اور خشک روٹیاں یہاں رکھدی جاتی ہیں اور کئی کئی دن بعد اِس کوٹھری سے غلاظت نکالی جاتی ہے..! مجھے حیرت ہے کہ اب تک زندہ کیسے ہوں۔"!

عمران نے اُسے مزید تسلیاں دی تھیں اور ریڈیم ڈائیل والی گھڑی پر نظر ڈالی تھی۔ ایک گھنٹہ پُورا ہونے میں صرف دس منٹ باقی تھے! وہ ٹٹولتا ہوا اُس سمت چل پڑا تھا۔ جہاں زیرو تھی۔

"ٹارچ روشن کرو زیرو۔"! کچھ دُور چلنے کے بعد اُس نے آواز دی تھی ٹارچ روشن ہوئی تھی اور عمران اُس کے پاس پہونچ گیا تھا۔

"کیا باتیں ہوئیں۔"! زیرو نے مضطربانہ انداز میں سوال کیا۔

"کچھ بھی نہیں۔ وہ بدستور یہی کہہ رہے ہیں کہ کسی لفافے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"!

"تو پھر اب کیا ہو گا..."!

"فکر نہ کرو... خدا نے چاہا تو بہتر ہی ہو گا۔"!

ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد عمران دروازے کے قریب پہونچ گیا تھا اور داراب نے اُس کے لئے دروازہ کھولا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر مہمان خانے میں تھے۔ راستے میں داراب خاموش ہی رہا تھا۔ لیکن کمرے میں پہونچتے ہی مضطربانہ انداز میں پوچھا "کیا رہا۔"!

"بڑی مشکل سے اُسے یقین دلانے میں کامیاب ہوا ہوں کہ اس معاملے سے تمہارا کوئی تعلق نہیں اور اُسے گرفتار کرنے والوں میں بھی تم نہیں تھے۔"!

داراب نے طویل سانس لی تھی عمران کہتا رہا "میں نے یہ بھی کہا تھا کہ داراب خان بس موقعے کی تلاش میں ہیں۔۔۔ وہ تم دونوں کو فرار ہونے میں مدد دیں گے۔"!

"واہ وا۔۔۔ تم تو بہت کمال کے آدمی ہو۔۔۔ تو گویا اب میں مطمئن ہو جاؤں کہ سامنا ہونے پر وہ مجھے کینہ توز نظروں سے نہیں دیکھے گی۔"!

"بالکل ایسا ہی ہوگا۔"!

"بس تو پھر اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"!

"کیا مطلب۔"! عمران چونک پڑا۔

"میں اپنے خلاف کوئی ثبوت چھوڑنے کا قائل نہیں ہوں۔"! داراب نے بیحد سرد لہجے میں کہا۔

"یہ تو سراسر زیادتی ہے۔"!

"فائر نہیں کروں گا کیونکہ تم شعبدہ باز ہو۔۔۔ اور پھر اس سے شور بھی ہوگا۔ خاموشی سے یہ کام کرنا چاہتا ہوں۔ گلا گھونٹ کر ماروں گا۔"!

"کیوں مذاق کر رہے ہو۔"! عمران احمقانہ انداز میں ہنس پڑا۔!

"دانت بند کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد تمہارے چہرے پر کرب کے آثار پائے جائیں۔"!

"تب پھر مجھے ہنسنے دو۔ مرنے کے بعد شادیٔ مرگ کا شاہکار نظر آؤں گا۔۔۔ لوگ کہیں گے کہ فرطِ مسرت سے مر گیا۔ شاید اسے امپورٹ لائسنس مل گیا تھا۔"!

داراب نے اُس پر چھلانگ لگائی تھی اور دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔۔ پھر پلٹا تو اپنا ریوالور عمران کے ہاتھ میں دیکھا۔!

"اس کرتب کے بارے میں کیا خیال ہے داراب خان ٹائیمنگ کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ میں نے اس وقت نہ صرف تمہاری گرفت سے بچا ہوں بلکہ ساتھ ہی تمہارے ہولسٹر سے ریوالور بھی نکال لیا ہے۔"!

داراب خان دم بخود کھڑا رہ گیا۔ عمران مسکرا کر بولا۔ "میں نے سنا ہے کہ تم ایک گھونسے سے کھوپڑی توڑ دیتے ہو۔ تمہیں اس کا بھی موقع دوں گا۔ آؤ۔"!

"میں تو مذاق کر رہا تھا۔"! داراب کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔!

"اگر یہ بات ہے تو میرا دل بھی صاف ہو گیا۔۔۔ یہ لو۔۔۔ اپنا ریوالور سنبھالو۔"! عمران نے ریوالور کی نال پکڑ کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ ریوالور لینے کیلئے جھکا ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اُسکی کنپٹی پر رسید کر دیا گیا۔ وہ لڑکھڑایا تھا لیکن پھر عمران نے اُسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ پے در پے دو ضربیں اور لگائی تھیں۔۔۔

داراب کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا! عمران کی اسکیم کچھ اور تھی۔ لیکن داراب کے اس طرح پلٹا کھانے سے کھیل ہی بگڑ گیا۔

اَب جو کچھ بھی کرنا تھا اُسمیں دیر لگانے سے مزید پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔!

بہت جلدی میں اُس نے جوزف کو بیدار کیا تھا۔ گہری نیند سویا تھا اِس لئے فوری طور پر معاملہ اُس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔!

ہر قیمت سچویشن اُس کی کھوپڑی میں اُتاری گئی اور پھر وہ کسی شکاری کُتے کی طرح چوکنّا نظر آنے لگا تھا۔!

„اب داراب کو اُٹھا کر تہہ خانے تک لے چلنا ہے۔“! عمران نے اُس سے کہا۔ „توقع نہیں ہے کہ وہ جلد ہوش میں آسکے۔“!

جوزف نے بڑی پھرتی دکھائی تھی۔ عمران نے اُسے تہہ خانے کے دروازے پر چھوڑا تھا اور بیہوش داراب کو گھسیٹتا ہوا تہہ خانے میں لے گیا تھا۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

زینو دوڑ کر اُس کے قریب آئی تھی! اور عمران بولا تھا۔ „پوری اسکیم چوپٹ ہو گئی۔۔۔ اب حالات غیر یقینی ہیں۔“!

داراب والا واقعہ سُن کر زینو نے کہا۔ „تم یہ سب کچھ اتنی آسانی سے کر لیتے ہو جیسے کوئی بات ہی نہ ہو! اگر داراب کے ہاتھ تمہاری گردن تک پہونچ جاتے تو شائد سچ مچ۔۔۔“!

„میں سمجھتا ہوں۔“ عمران اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ „اب تمہارے بابا کو اُس کوٹھری سے نکال کر داراب کو اُس میں قید کرنا ہے۔“!

„قفل کیسے کھولو گے۔“!

„میرا خیال ہے کہ چابیاں داراب ہی کے قبضے میں ہونگی! ابھی

تلاشی لیتا ہوں۔۔۔“!

کنجیوں کا ایک گچھا اُس کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔ اور پھر ایک کُنجی کوٹھری کے قفل میں لگ گئی تھی۔ جابر خان کو نکال کر بیہوش داراب کو بند کر دیا گیا۔!

شدتِ جذبات سے زینز کا گلا رُندھ گیا تھا۔ آواز نہیں نکل رہی تھی۔ عمران کا بازو اُس نے بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔۔۔ عمران نے زینے کا دروازہ تھپتھپایا۔ جوزف نے دوسری طرف سے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا تھا۔

پہلے عمران انہیں اُسی کمرے میں لے گیا تھا جہاں مقیم تھا۔ پھر سر جوڑ کر سوچا جانے لگا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔!

پھاٹک پر پہرہ تھا ویسے جابر خان نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تہہ خانے سے نکل جانے کے بعد فرار آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ ایک ایسے راستے سے بھی واقف تھا کہ کسی سے مڈبھیڑ نہ ہوتی اور وہ صاف نکلے چلے جاتے لیکن عمران اپنی گاڑی چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔

اُس نے جوزف سے ٹرانسمیٹر لیا تھا اور اُن دونوں کے ساتھ وہ راستہ دیکھنے چل پڑا جس سے اُنہیں فرار ہونا تھا۔!

وہ ایک چور دروازے سے نکلے تھے اور ویرانے میں پہونچ گئے تھے۔ دُور تک اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔۔۔ اور اتھاہ سنّاٹا چاندنی سے سرگوشیاں کرتا معلوم ہو رہا تھا۔

„یہاں ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں ہم کئی دِنوں تک چھپے رہ سکتے ہیں۔“! جابر خان نے کہا۔

„بس تو پھر ٹھیک ہے تم جگہ کی نشاندہی کر کے چھپ جاؤ۔۔۔ میں

واپس چلا جاؤں گا... اور کل صبح باضابطہ کارروائی شروع ہونے پر میں تم لوگوں کو وہاں سے نکال لے جاؤں گا" عمران نے کہا۔ پھر اُس نے ٹرانسمیٹر پر سرحدی چوکی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔!

تھوڑی دیر بعد کسی کی آواز سُنائی دی تھی اور عمران نے انچارج سے گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی ساتھ ہی انٹر سروسز انٹیلیجنس کا حوالہ بھی دیا تھا... انچارج سے رابطہ قائم ہونے میں بھی کچھ وقت صرف ہوا تھا اور پھر عمران نے اُسے مختصراً بتایا تھا کہ اُس کال کا مقصد کیا ہے۔ ساتھ ہی اُسے لائحہ عمل سے بھی آگاہ کیا تھا۔ انچارج نے کہا تھا کہ وہ صبح ہونے سے پہلے ہی کہکشاں پہونچ سکتا ہے کیونکہ سرحدی چوکی کا فاصلہ وہاں سے صرف تیرہ میل ہے اور راستہ بھی پُرپیچ نہیں ہے۔ عمران نے ایک بار پھر بتایا تھا کہ اُسے کیا کرنا ہے... ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر کے اُس نے جابر خان سے کہا "تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"!

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم کوئی سرکاری جاسوس نکلو گے" زہرو نے کہا۔

"کتّا کاٹ کھائے تو آدمی بادشاہ تک بن سکتا ہے۔ سرکاری جاسوس کیا چیز ہے۔"!

"بہر حال تم نے چوکی کے انچارج کو جو تجویز بتائی ہے اُس سے اچانک خان قزاقوغا کا ہارٹ فیلیور بھی ہو سکتا ہے۔"!

"اُس کتّے کو دُعائیں دو جس نے کاٹ کر یہاں بھجوایا تھا..."!

پھر اُس نے اُنہیں وہیں چھوڑا تھا اور خود واپس آگیا تھا۔ جوزف کو اس نے کمرے میں بھیج کر سو جانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ سو بھی

گیا تھا لیکن جاگا تھا دروازہ پیٹے جانے کی آواز پر... بالکل اسی طرح پیٹا جا رہا تھا کہ اگر اندر سے نہ کھولا گیا تو توڑ دیا جائے گا۔!

عمران نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ صبح ہو رہی تھی۔ سامنے دو مسلح فوجی کھڑے نظر آئے اور اُن کے ساتھ خان کا بھی ایک سپاہی تھا۔ جوزف کو بھی جگایا گیا... اور وہ دونوں اِس طرح دیوانِ خاص کی طرف ہانکے جانے لگے جیسے اُن سے کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہو۔

خان اپنی زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ قریب ہی ایک کیپٹن بھی موجود تھا... چھ مسلح فوجی ایک طرف کھڑے ہوئے تھے۔

"یہی ہے وہ شعبدہ باز جس کی آپ کو تلاش ہے"! خان نے کیپٹن سے کہا: "اِس کی گاڑی بھی موجود ہے جس پر پہلے فوج کا نشان تھا۔ اور اب ایک سلیم اسٹوڈیو کا مونوگرام نظر آ رہا ہے"! پھر عمران سے بولا۔ "اب بتاؤ مردود تم کیوں آئے تھے یہاں۔"!

"جابر خان کی رہائی کے لئے"! عمران نے سرد لہجے میں کہا "اور اُس سے وہ لفافہ حاصل کرنے کے لئے جس کے حصول کے لئے تم نے اُس بیچارے کی دو اُنگلیاں کٹوا دی ہیں۔"!

"یہ کیا بکواس ہے"! خان غرّایا۔

"وہ لفافہ میں نے حاصل کر لیا ہے خان! نقشوں کے ساتھ ہی اُن سے متعلق تمہارے ہی ہاتھ کی ایک تحریر بھی ہے۔"!

"کک... کیا مطلب..."!

"اُس تحریر کی موجودگی میں تم کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے! اور یہ بھی بتا دوں کہ جابر خان اور اُس کی بیٹی رہائی پا چکے ہیں ورنہ کاغذات کیونکر میرے ہاتھ لگتے۔"!

"یہ بکواس کر رہا ہے۔" خان نے کیپٹن کی طرف دیکھ کر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ بالکل درست کہہ رہے ہیں خان... میں ان کے بارے میں ہیڈ کوارٹر سے تصدیق کرنے کے بعد ہی یہاں آیا ہوں۔ اور ان کے کسی کام میں مداخلت کرنے کا اختیار مجھے نہیں ہے۔"!

"اوہ — اوہ —" خان مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

"اب جابر خان کی جگہ تمہارے اذیت خانے میں داراب قید ہے۔" عمران نے کہا اور کیپٹن سے کہا۔ "خان کو حراست میں لے کر فوری طور پر قزاتوغا سے ہٹا دیا جائے۔"

"بہت بہتر جناب۔"!

"یہ نہیں ہو سکتا۔" خان اٹھتا ہوا بولا۔ کیپٹن نے فوجیوں کو اشارہ کیا تھا اور وہ نصف دائرے کی شکل میں آگے بڑھ آئے تھے۔!

"عزت سے چلے چلیے۔"! کیپٹن نے خان سے کہا۔ "فی الحال اسی میں آپ کی بہتری ہے۔"!

"سب جھوٹ ہے..."! خان حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"دو فوجیوں کو میرے ساتھ کیجیے۔" عمران نے کیپٹن سے کہا۔ "میں ان دونوں مظلوموں کو خان کی خدمت میں پیش کیے دیتا ہوں۔"

"جیسی آپ کی مرضی..."! کیپٹن بولا۔

عمران دو سپاہیوں کے ساتھ اس ویرانے میں آیا تھا جہاں وہ دونوں چھپے ہوئے تھے۔!

"خدا کا شکر ہے۔"! زینو کانپتی ہوئی سی آواز میں بولی۔ "تم بالآخر کامیاب ہو گئے۔"!

جابر خان کی حالت غیر ہو رہی تھی... اس کے دونوں ہاتھ متورم تھے! فوجی اسے سہارا دے کر لے چلے۔

"کیا تم کوئی بہت بڑے افسر ہو۔" زینو نے عمران سے پوچھا۔

"بس ایسا ہی افسر ہوں کہ گھٹنے کاٹ لیا کرتے ہیں۔"!

"پھر کبھی آؤ گے ہماری طرف۔" زینو کے لہجے میں حسرت تھی۔!

"دعا کرتی رہنا کہ پھر گھٹنے کاٹ لے..."!

"بار بار گھٹنے کی بات کر کے مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"! وہ جھنجھلا کر بولی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دیوان خاص میں پھر پہنچے تھے۔ لیکن خان انہیں دیکھ نہ سکا کیونکہ اب وہ اپنی گدی پہ بیہوش پڑا تھا۔ اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔!

"یہ کیا ہوا۔" عمران نے کیپٹن نے پوچھا۔

"بیٹھے بیٹھے تشنجی کیفیت طاری ہو گئی تھی... اور پھر بیہوش ہو گئے۔"!

"غضبناکی اور احساسِ بے بسی مل کر کسی حال کو پہنچا دیتے ہیں۔"! عمران سر ہلا کر بولا۔ پھر زینو اور جابر خان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ان دونوں کو ہیڈ کوارٹر پہنچانا ہوگا! اس کیس کے شاہد ہیں۔"!

کیپٹن نے خان قزاتوغا کی طرف دیکھا تھا۔

"جتنی خاموشی سے ممکن ہو اسے لے جاؤ...! عمارت کا کوئی فرد باہر نہ نکلنے پائے ورنہ دشواری میں پڑ جاؤ گے۔"!

"میں سمجھتا ہوں۔"!

“ان کے خلاف ثبوت میں بذاتِ خود انٹر سروسز کے ڈائریکٹر جنرل تک پہونچاؤں گا۔” !

“بہت بہتر جناب۔” !

زیبو حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھتی رہی تھی لیکن اب عمران اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

پھر داراب کو بھی تہہ خانے سے نکالا گیا! فوجیوں کو دیکھ کر وہ چونکا تھا۔ !

“کھیل ختم ہو چکا ہے داراب! اب تم حکومت کے قیدی ہو۔” !

وہ کچھ نہ بولا۔ قہر آلود نظروں سے عمران کی طرف دیکھتا رہا تھا۔ !

“زیبو کے بارے میں تمہیں جو اطلاع میں نے دی تھی۔” عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا “محض حکمتِ عملی تھی۔ وہ تو تم سے اس حد تک متنفر ہے کہ موقع ملنے پر خود ہی تمہیں گولی کا نشانہ بنا دیتی۔”

“تم سب جہنم میں جاؤ۔” ! وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا تھا۔

روانگی سے قبل زیبو نے عمران سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور اُسے مہمان خانے میں پہونچا دیا گیا تھا۔

“میں آپ کی شکر گذار ہوں جناب عالی۔” ! اُس نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔

“ارے واہ۔ یہ آپ اور جناب کیوں شروع کر دی۔” !

“میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ آپ اتنے بڑے آفیسر ہیں، اپنے اختیارات سے خان ترا توغا کی قسمت کا بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔” !

“نہیں زیبو دوست!” عمران مسکرا کر بولا “میں ایک بہت بڑی مشین کا ایک معمولی سا پرزہ ہوں۔” !

“شکریہ! آپ نے مجھے دوست کہا ہے! اِسے ہمیشہ یاد رکھے گا اور میں تو شاید مرتے دم تک آپ کو نہ بھلا سکوں۔” !

عمران کچھ نہ بولا...

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی تھی اور عمران کی پیشانی کو بوسہ دیکر یکلخت واپسی کے لئے مڑ گئی تھی۔ !

عمران ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا رہا۔

زیبو مڑ کر دیکھے بغیر باہر نکلی چلی گئی تھی... اُس کے بعد جوزف کمرے میں داخل ہوا تھا۔

“کیا ہوا باس۔” ! وہ بوکھلا کر بولا۔

“اُوں...” ! عمران چونک پڑا۔

“مطلب... یہ کہ طبیعت تو ٹھیک ہے۔” ؟

“ہاں... اِس وقت میری پیشانی پر تقدس اور خلوص کے پھول کھل رہے ہیں... کاش! ثریا نے بھی کبھی اِس طرح میری پیشانی کو بوسہ دیا ہوتا۔” !

جوزف متحیرانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ !!

ختم شد